مسلسل اشاعت کے سینتالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

559
ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ
مارچ 2012

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

خوشخبری

الحمدللہ مشاہیر کتاب کی
چھٹی اور ساتویں ضخیم جلدیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں

مشاہیر (مکتوبات)

بنام

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مولانا سمیع الحق مدظلہ

ترتیب و تالیف و توضیح و حواشی
مولانا سمیع الحق

تقریباً پون صدی پر مشتمل اساطین علم ادب، علماء و محدثین، مشائخ و اکابرین امت، نامور اہل قلم شہسواران صحافت، دانشور و مصنفین، سیاسی زعماء حکمران و سلاطین کے مکتوبات نگارشات، تاثرات اور احساسات کا مجموعہ علمی، فقہی، مذہبی مسائل، ملکی تحریکات و بین الاقوامی سیاسی اتار چڑھاؤ اور عالم اسلام کو درپیش بحرانوں کے مدوجذر پر ارباب فکر و دانش کے خیالات و افکار کا ایک بڑا ذخیرہ مولانا سمیع الحق کے قلم سے ادبی تعارفی حواشی اور توضیحات مشاہیر کے خطوط کے عکسی نمونے

مکمل سیٹ 7 جلدوں میں

اکابر برصغیر پاک و ہند بشمول بنگلہ دیش کے خطوط (پانچ جلدوں پر مشتمل)

جلد اول: ا تا ے بنام شیخ الحدیث مولانا عبدالحق .... صفحات (۷۰۲)

بنام مولانا سمیع الحق (حسب ذیل چھ جلدیں)

جلد دوم : ا ب پ ...... (۵۰۸) ★ جلد سوم : ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ ر ز س ...... صفحات (۵۸۷)
جلد چہارم: ش ص ض ط ظ ع ...... صفحات (۶۸۲) ★ جلد پنجم: غ ف ق ک گ ل م ن و ہ ے ...... صفحات (۵۱۳)

جلد ششم: عالم اسلام اور بیرونی ممالک (ایران، عالم عرب، افریقہ، سنٹرل ایشیاء، فار ایسٹ، امریکہ اور یورپی ممالک) (صفحات ۴۸۰)

جلد ہفتم: جہاد افغانستان اور دارالعلوم حقانیہ (جہادی مشاہیر کے خطوط، جہادی رپورٹیں، شہداء، تحریک طالبان پر مشتمل تفصیلات (صفحات ۷۲۰)

نوٹ ...... مکتوب نگاروں کی ترتیب فرق مراتب کا لحاظ کئے بغیر حروف تہجی الف باء تا کے مطابق رکھی گئی ہے

صفحات 4500 سے زائد	قیمت مجموعہ (۷ جلد) 5000 روپے	رعایتی قیمت: 2500 روپے

شائع کردہ : مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پاکستان

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

اے بی سی آڈٹ

ماهنامه

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ــــ 47
شمارہ نمبر ــــ 06
ربیع الثانی ــــ ۱۴۳۳ھ
مارچ ــــ ۲۰۱۲ء

بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت 20-4-2012

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز
- نیٹو سپلائی کی بحالی کی حکومتی تیاریاں' پاکستان ایک بار پھر برائے فروخت...... مولانا راشد الحق ۲
- دفاع پاکستان کونسل کے زیر اہتمام اظہار یکجہتی بلوچستان کانفرنس کوئٹہ کا **اعلامیہ**...... ادارہ ۵
- دفاع پاکستان کونسل کا پشاور میں سربراہی اجلاس **اعلامیہ** .... ادارہ ۹
- ایمان واسلام کا تلازم اور دین اسلام کے تقاضے...... حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب ۱۱
- مسلمان کی شان امتیازی............ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ ۱۸
- مفاہمتی عمل کیلئے پائیدار حکمت عملی کی تشکیل............ جناب ابرار خٹک ۲۵
- ۲۳ مارچ یوم پاکستان .... مولانا محمد اسرار ابن مدنی ۴۰
- ترکی رہنما نجم الدین اربکانؒ کی شخصیت وخدمات .... جناب اشتیاق احمد ظلی ۴۷
- زوال امت میں ٹیکنالوجی کا کردار............ جناب نیاز سواتی ۴۹
- افکار و تاثرات بنام مدیر (مجموعہ مکاتیب مشاہیر ـ قدر شناسوں کی نظر میں) ...... ادارہ ۵۶
- دار العلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۱
- تعارف تبصرہ کتب............ ادارہ ۶۳

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923) 630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس Facebook\Alhaq Akora Khattak
فیکس نمبر Fax(0923)630922
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/25 روپے سالانہ -/250' بیرون ملک 25$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا راشد الحق سمیع

نیٹو سپلائی کی بحالی کی حکومتی تیاریاں' پاکستان ایک بار پھر برائے فروخت

کبھی کبھی ایک شخص کی ذاتی غلطی اور مفاد کا خمیازہ صدیوں تک اقوام وملل کو بھگتنا پڑتا ہے۔ بدنصیب پاکستان اور اس کی ملت ''مرحومہ'' اس کی بدترین مثال ہے۔ ننگ دین' ننگ وطن' ننگ ملت پرویز مشرف نے نائن الیون کے بعد پاکستان کو امریکی بے حاصل جنگ کا ایندھن بنانے پر مجبور کردیا تھا۔ آج امریکی غلامی میں پاکستان کو جتے ہوئے گیارہ سال ہونے کو ہیں لیکن پاکستانیوں کی شب دیجور کی صبح آزادی کا سورج دور دور تک طلوع ہوتا نظر نہیں آرہا اور اگر کچھ نظر آرہا ہے تو وہ ٹوٹے پھوٹے آنگن میں پاکستانیوں کی چالیس ہزار کی لگ بھگ لاشوں کے انبار اور پشتے ہی نظر آرہے ہیں' پاکستانی افواج' پولیس اور مزاحمتی گروپس ایک دوسرے کو صفحۂ ہستی سے مٹانے میں مصروف نظر آرہے ہیں۔ عمل اور ردعمل کا ایک خوفناک منظر گزشتہ کئی برسوں سے پاکستان کی سرزمین پر نظر آرہا ہے۔ بھائی بھائی کو کاٹ رہا ہے' دھرتی ماں کے ہر شہر اور ہر قریہ میں آگ وخوں کے لاوے اُبل رہے ہیں اور پاکستان کی گلی گلی میں قیامتِ صغریٰ کا منظر ہر طرف نظر آرہا ہے۔ نام نہاد جنگ میں امریکہ کے اتحادی بننے کے بعد پاکستانیوں کو قسم قسم کے سبز باغات دکھائے گئے تھے اور پتھر کے زمانے میں پہنچانے کے ڈر سے ڈرایا گیا تھا لیکن اس ''سودے'' میں تو وطن کی آزادی بھی سلب ہوگئی۔ اقتصادی بربادی کے نشانہ بھی ہم ہی بنے' انرجی وسیاسی بحرانوں اور امریکیوں کی پے درپے سازشوں اور ''مہربانیوں'' نے بلآخر ہمیں تیزی سے پتھر کے زمانے میں پہنچا ہی دیا۔

ے یہ داغ داغ اُجالا یہ شب گزیدہ سحر وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

نتیجتاً آج ہزاروں پاکستانی یتیم بچوں کی چیخ وپکار جوان بیواؤں کی آہوں اور زخم خوردہ ماؤں کی بددعاؤں سے فلک نیلگوں کا رنگ خونِ شہیداں کے رنگ مانند سرخی مائل نظر آرہا ہے' فرش تا عرش سب کے سینے شق اور آنکھیں جوئے خوں کے تلاطم سے لبریز نظر آرہی ہیں' امریکہ اور نیٹو نے پاکستانیوں کو اتحادی ہونے کی ایسی ایسی سزائیں دی ہیں کہ تاریخ انسانی میں اس دوست نما دشمن کی ''مہربانیوں'' کی مثال نہیں ملتی۔

ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو؟

بہرحال مسلسل ڈرون حملوں کے ساتھ ساتھ چند ماہ قبل امریکہ اور نیٹو نے نان نیٹو اتحادی پاکستان کو سلالہ چیک پوسٹ پر چھبیس بے گناہ فوجیوں کی شہادت کا تحفہ بھی دے دیا۔ جس کے نتیجے میں امریکہ اور نیٹو کی پاکستان کے راستے جاری نیٹو رسد فوری طور پر بند کردی گئی۔ لیکن درونِ خانہ کچھ عرصے بعد ہوائی راستوں کے ذریعے رسد جاری

رہی۔ پھر موجودہ امریکی مفادات کے غلام حکمرانوں نے دوبارہ امریکی آقا کی جنبشِ اَبرو پر نیٹو سپلائی کی بحالی کا پروگرام حتمی کردیا ہے۔ اب صرف رسما پارلیمنٹ کے کندھے کو استعمال کرنے کی تیاریاں مکمل ہوچکی ہیں۔ اور ہفتہ دس دنوں میں پارلیمنٹ یہ ''مقدس فریضہ'' یعنی پاکستان کو فروخت کرنے کے منصوبے کا باقاعدہ فیصلہ کرنے والی ہے۔ طرفہ تماشہ یہ کہ اسی پارلیمنٹ نے امریکی مداخلت اور ڈرون حملوں کے خلاف امریکہ کی مخالفت میں اس سے قبل کئی مرتبہ قراردادیں پاس کیں ہیں اور جسکی سیاہی خشک ہونے سے پہلے پہلے امریکہ نے ڈرون حملے کے ذریعے پاکستان کی خودمختاری اور پارلیمنٹ کے وقار کی دھجیاں اُڑادیں۔ لیکن اب کے امریکی حمایت میں اس قرارداد کیلئے امریکی حکومت اور حکمران بڑی بے چینی کے ساتھ انتظار کرر ہے ہیں۔ ارکان پارلیمنٹ کیلئے بھی یہ فیصلہ کرنا انتہائی شرمناک اور ذلت آمیز ہوگا پھر تاریخ میں میر جعفر، میر صادق اور پرویز مشرف کے بعد ان ارکان پارلیمنٹ کا نام ہمیشہ کیلئے غداران ملک وملت کی فہرست میں لکھا جائے گا کہ ان بدبخت ''رہنماؤں'' نے مادرِ وطن کو چند ڈالروں کے عوض فروخت کردیا تھا۔

ع قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند

لیکن یہاں پر یہ امر انتہائی خوش آئند ہے کہ ''دفاع پاکستان کونسل'' نے بڑی مستعدی کے ساتھ امریکی عزائم اور نیٹو سپلائی کی بحالی میں بھرپور مزاحمت کا مظاہرہ ان پانچ چھ ماہ میں بڑی بہادری کے ساتھ کیا۔ گو کہ اس جرأت مجاہدانہ کی سزا اور جرم حمیت کی پاداش میں پہلے پہل دفاع پاکستان کونسل کے چیئرمین حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے ادارے دارالعلوم حقانیہ پر موجودہ حکومت نے محترمہ بے نظیر بھٹو کے قتل میں چند گمنام لوگوں کا نام لے کر ملوث کرانے جیسی شرمناک نوعیت کے بے بنیاد الزامات لگائے (اسی طرح امریکہ نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے خلاف مزید کئی سازشیں بھی تیار کررکھی ہیں) پھر اس کے بعد دفاع پاکستان کونسل کی انتہائی بااثر پارٹی ''جماعت الدعوۃ'' کے امیر پروفیسر حافظ محمد سعید کے سر پر ایک کروڑ ڈالر کا انعام بھی رکھا، اسی طرح اہل سنت والجماعت کے صدر مولانا احمد لدھیانوی کی جماعت پر بھی پابندی لگائی گئی لیکن ان تمام قائدین کے پائے استقامت میں کوئی جنبش نہ آئی۔ انشاءاللہ یہ تمام قائدین پاکستان اور اس کے کروڑوں عوام کو امریکی غلامی کی لاحاصل جنگ سے آزادی دلاکر رہیں گے۔

ع نہ ہم منزل سے باز آئے نہ ہم نے کارواں چھوڑا

اس سلسلے میں دفاع پاکستان کونسل نے ۲۷؍مارچ کو پارلیمنٹ ہاؤس کے مشترکہ اجلاس کے موقع پر ایک بہت بڑے مظاہرے کا اہتمام بھی کیا اور ارکان پارلیمنٹ اور حکومت کو اس فیصلے سے دور رکھنے کے لئے جمہوری احتجاج کیا۔ اس طرح قومی بیداری اور عوامی سطح پر شعور بیدار کرنے کیلئے پشاور میں 15 ؍اپریل 2012 کو ایک بہت بڑے عظیم جلسے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے جس میں صوبہ خیبر پختونخوا جو اس جنگ میں سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے کہ عوام سے اظہار یکجہتی وہمدردی کی جائے گی اور نیٹو سپلائی کی بحالی، ڈرون حملوں کے خلاف پُرزور اور پُراثر احتجاج کیا جائے گا۔ دفاع پاکستان کونسل عوامی سطح پر امریکی مزاحمت کے خلاف ان شاءاللہ اپنی پرامن جدوجہد جاری رکھے گی اور اس سلسلے

میں امریکہ‘ موجودہ حکومتی حکمران اور لبرل پارٹیوں سمیت ایک آدھ برائے نام مذہبی سیاسی جماعت کی مخالفت اور لومۃ لائم کی کوئی پرواہ نہیں رکھے گی کیونکہ جنہوں نے خود پاکستان برائے فروخت کمیٹی (سفارشات کمیٹی) کے ممبر کی حیثیت سے پہلے تمام شرمناک سفارشات پر مبنی مسودے پر خاموشی اور بغیر کسی ''تحفظات'' کے اظہار کے دستخط کردیئے اور بعد میں موسمی ہواؤں کے رخ‘ عوامی غیض وغضب سے بچنے کے لئے اور دفاع پاکستان کونسل کی پُر اثر تحریک کے مقابلے میں بے جان سا احتجاج بلند کیا۔ کاش کہ پشاور میں ''اسلام زندہ باد'' کیساتھ ساتھ انکا ماٹو ''امریکہ مردہ باد کانفرنس'' ہوتا تو انکی حقیقی سیاست اور امریکی مخالفت کی قلعی کھل جاتی لیکن اس کیلئے تو جرأت مومنانہ اور شیر کا سینہ چاہیے۔ بنیاد پرستی اور قدامت پرستی کے طعنوں سے بچنے والے مصلحت اور سیاست برائے سیاست کرنے والے اور ''تحفظات'' کا ورد کرنے والے‘ شریعت بل کی مخالفت کرنے والے اور بات بات پر دفاع پاکستان کونسل کی قیادت پر لعن طعن‘ جگ ہنسائی اور مسلسل الزامات وتبرا کرنے والے اور اِن کی مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ پر موجودہ حکومت کے سنگین الزامات لگانے پر بھی خاموش تماشائی بننے والوں (حالانکہ اس جماعت کی اول تا آخر چھوٹی بڑی قیادت جامعہ حقانیہ سے فارغ التحصیل ہے‘ انہیں کم سے کم زرداری حکومت اور رحمان ملک کے خلاف رسماً دوسطری مذمتی بیان تو دینا چاہیے تھا لیکن انہیں اس کی بھی توفیق نہ ہوئی) کی دورنگی سیاست مکمل بے نقاب ہو چکی ہے۔ کاش کہ چار سال تک امریکی اتحادی حکومت کا حصہ بننے والی یہ جماعت ایک ہرجائی سرمایہ دار کی بے وفائی کی وفاداری میں حکومت نہ چھوڑتی بلکہ ڈرون حملوں اور بڑھتی ہوئی امریکی مزاحمت میں زرداری حکومت کو خیر باد کہتی تو کچھ بات بن جاتی۔ معلوم نہیں کہ دفاع پاکستان کونسل کی بے وجہ مخالفت درمخالفت کرنے والے اصل میں کن قوتوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں؟ دفاع پاکستان کی مخالفت میں امریکہ‘ نیٹو‘ پیپلز پارٹی‘ اے این پی‘ صاحبزادہ فضلِ کریم اور یہ جماعت بائیں بازو اور کفری طاقتوں کی ہم زباں کیوں ہے؟ دفاع پاکستان کونسل اور مولانا سمیع الحق صاحب کی قیادت پر تو حتیٰ کہ پاکستان کی تمام اقلیتیں مثلاً ہندو‘ سکھ‘ عیسائی‘ پارسی بھی متحد ہیں اور وہ بھی چاہتے ہیں کہ دفاع پاکستان کونسل امریکی غلامی سے نجات سے یک نکاتی ایجنڈے پر بھرپور عمل کرائے ہم بھی انکا ساتھ دیتے رہیں گے۔ اسی طرح دفاع پاکستان کونسل کے چیئرمین کی قیادت پر حسب سابق ملک کی تمام چھوٹی بڑی مسلکی جماعتیں اور شخصیات بھی متفق ہیں اور اس جماعت کو بھی بار بار شمولیت کی دعوت دی گئی اور دی جارہی ہے لیکن ذاتی اَنا کا کیا کیجئے۔ وہ خود سوچیں کہ محض سیاسی اختلاف کی بناء پر ہر اچھے کام اور ہر اچھی تحریک کی ہر وقت اور ہر۔ ور میں مخالفت کرنا اور تنگ نظری کی سیاست کا مظاہرہ کرنا اور اس نازک ترین وقت پر بھی اپنا ایک الگ تشخص قائم رکھنا اور خود کو صرف معیارِ حق اور مسلک دیوبند اور شیخ الہند کا اکلوتا ترجمان کہنا کہاں کی دانست اور کہاں کی سیاست ہے؟ پھر اُس گروہ کے چھوٹے بڑے عہدیدار ٹی وی چینلو کے مذاکروں اور جلسوں میں استاذ العلماء حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی تحقیر اور طعن وتشنیع بڑے ''ذوق وشوق'' سے فرماتے ہیں‘ کیا شیخ الہندؒ کی یہی تعلیمات تھیں؟ بہرحال اس تمام افسوسناک صورتحال اور اس مزاحمتی طرز عمل ومنفی سیاست پر بجز اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ؎

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تُو کیا ہے تم ہی کہو کہ یہ ''اندازِ گفتگو'' کیا ہے؟

ادارہ

دفاع پاکستان کونسل کے زیر اہتمام اظہار یکجہتی بلوچستان کانفرنس کوئٹہ کا

اعلامیہ

جسے اجلاس کے اختتام میں کونسل کے سربراہ مولانا سمیع الحق نے پڑھ کر سنایا

اعلان بلوچستان

کوئٹہ بلوچستان

دفاع پاکستان کونسل کے زیر اہتمام بلوچستان کانفرنس مولانا سمیع الحق صاحب کی صدارت میں 27 فروری 2012ء کوئٹہ میں منعقد ہوئی۔ ملک بھر سے دینی' سیاسی اور سماجی جماعتوں کے سربراہان اور نمائندوں نے شرکت کی کانفرنس نے بلوچستان کے حالات کا تفصیل سے جائزہ لیا۔ بلوچستان کی جماعتوں' قائدین اور سوسائٹی کی تمام نمائندہ شخصیات سے ملاقاتیں کر کے ان سے ان کا موقف لیا نیز بلوچستان کی پسماندگی' غربت وافلاس' ناخواندگی' تعلیم وصحت کے مسائل' وفاق وصوبائی حکومتوں اور قانون نافذ کرنے والے حساس اداروں کے غیر منصفانہ رویہ اور بلوچستان کی حساس جغرافیائی اور قدرتی وسائل کی وجہ سے بیرونی مداخلت کے تمام پہلوؤں پر غور کیا گیا۔

دفاع پاکستان کونسل کی بلوچستان کانفرنس نے اتفاق رائے سے اعلان کیا ہے کہ ہم بلوچستان کے عوام کے ساتھ ہیں بلوچستان پاکستان کا سر ہے سر کے بغیر دھڑ بیکار ہوتا ہے' بلوچستان کے عوام کے خلاف ہر ظلم' ناانصافی اور زیادتیوں کے خلاف ہم ان کے شانہ بشانہ ہیں' بلوچستان کے ایک کروڑ عوام کے جذبات واحساسات' دکھ درد کا سترہ کروڑ عوام کو پوری طرح احساس ہے' دفاع پاکستان کونسل محب دین' محب وطن' دینی سیاسی سماجی تنظیموں کا نمائندہ غیر سیاسی اور غیر انتخابی پلیٹ فارم ہے' ہم کسی کی نمائندگی' کسی کے ایجنٹ بن کر نہیں بلکہ ملک بھر کے عوام کی طرف سے بلوچستان کے عوام کے لئے یکجہتی خیر سگالی' محبت' امن کا پیغام لیے کر آئے ہیں' ہم بلوچستان کے عوام' مرد وخواتین' طلبہ' مزدور اور نوجوانوں کے حقوق کی بازیابی کے لئے قومی سطح پر آواز منظم کر کے حکمرانوں' پالیسی سازوں' فوجی اور سول اداروں پر دباؤ بڑھانا چاہتے ہیں تاکہ بلوچستان کے سیاسی' معاشی' مسائل' سیاسی اور پرامن مذاکرات کے ذریعے پائیدار بنیادوں پر حل ہوں۔

دفاع کونسل کا بلوچستان کے حالات' دیرینہ سلگتے مسائل اور عوام کی ہر سطح پر پشتیبانی پر موقف ہے کہ 65 سال میں حکمران طبقوں' فوجی آمروں اور مفاد پرست پالیسی سازوں' کرپٹ ٹولوں نے قیام پاکستان کے مقاصد سے انحراف کیا' قرآن وسنت کے احکامات کی بنیاد پر عوام کو انصاف' امانت ودیانت' فلاح کی بنیاد پر نظام دینے کی بجائے ظلم'

ناانصافی' کرپشن' اقرباء پروری' امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر بنانے کا نظام دیا ہے۔ بلوچستان کے عوام کے جائز حقوق دینے کی بجائے سول وفوجی حکومتوں نے در پردہ فوجی آپریشن کئے' مٹھی بھر مفاد پرستوں کی سرپرستی کی جبکہ اب بھی بلوچستان میں پانچواں فوجی آپریشن کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے ان عوامل کے نتائج میں ماورائے عدالت وقانون قتل' اغواء' گرفتاریاں' صوبے کے وسائل پر ڈاکہ زنی' امن کے نام پر فورسز کے ذریعے عوام کی ذلیل جیسے اقدامات جاری ہیں' اسلام آباد کے محلات میں بیٹھے حکمرانوں نے بلوچستان کے صوبائی' آئینی حقوق آئینی خودمختاری' وسائل پر حق ملکیت اور وفاقی ملازمتوں میں غیر عادلانہ روش کا تسلسل برقرار رکھا ہے ان آمرانہ رویوں کا نتیجہ یہ ہے۔

۱۔ بلوچستان کے عوام حکمرانوں کی ناانصافی' ظلم پر مبنی طرز عمل' آئینی تقاضوں سے بے وفائی اور حکمرانوں کی پے در پے وعدہ خلافیوں کی وجہ سے مایوسی وناامیدی کا شکار ہوئے ہیں۔ صوبے کے محب وطن صاحب الرائے' دانشور' تاجر اور مثبت کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھنے والے طبقہ کو دیوار سے لگا دیا گیا ہے' اسی بنیاد پر آج بلوچستان تنگ آمد بجنگ آمد کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔

۲۔ حکومت نے بلوچستان کے عوام سے معافی مانگنے' آغاز حقوق بلوچستان کے پیکیج' اٹھارویں ترمیم' این ایف سی ایوارڈ جیسے اقدامات تو کیے ہیں لیکن بے اعتمادی اور ناامیدی کا اس قدر گہرا ماحول ہے کہ ان اقدامات کے بلوچستان میں مثبت اور تعمیری اثرات پیدا نہیں ہوئے۔ بلوچستان کے عوام کو بجاطور پر یہ گلہ ہے کہ حکمرانوں کو ہمارا احساس نہیں وہ ہمارے بنیادی انسانی حقوق غصب کرتے ہیں' ہمارے وسائل کی بنیاد پر ہمیں حق دینے کی بجائے بھکاری جان کر وفاقی حکومت خیرات دینے کا رویہ اپنائے ہوئے ہے۔

۳۔ اندرونی حالات اور غلط حکمت عملی کی وجہ سے بیرونی قوتیں پاکستان کو غیر مستحکم کرنے اور ناکام ریاست ثابت کرنے کے لئے پورا پورا فائدہ اٹھا رہی ہیں' پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنے اور کشمیریوں کو حق خودارادیت کے حصول کے لئے جائز مدد سے روکنے کے لئے عالمی استعمار ہر حربہ استعمال کر رہا ہے' امریکہ کی کانگریس میں پیش ہونے والی قرارداد یں پاکستان میں حالات خراب کرنے کی سوچی سمجھی شیطانی' شاطرانہ سازش ہے یہ سب حکمرانوں کی بزدلی' خوف' لالچ کی بنیاد پر خارجہ حکمت عملی کی ناکامی کے ذلت آمیز نتائج ہیں۔

دفاع پاکستان کونسل کی بلوچستان کانفرنس کا اعلان ہے کہ ہم بلوچستان کے عوام کی آئینی' جمہوری' سیاسی اور انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے پرامن جدوجہد میں بھرپور ساتھ ہیں' قومی سطح پر عوام کے مسائل کے حل کے لئے آواز منظم کریں گے تاکہ بلوچستان کے غصب شدہ/ غائب شدہ وسائل' حقوق اور لاپتہ افراد کی بازیابی ہو سکے' بلوچستان کے عوام کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ تنہا نہیں ہیں ملک بھر کے عوام آپ کے ساتھ ہیں' پورے ملک میں بلوچستان کے عوام کیلئے 9 مارچ کو یوم یکجہتی بلوچستان منایا جائے گا اور 12 اپریل 2012ء کو کوئٹہ میں بلوچستان کی تاریخ کا تاریخ ساز عوام کے حقوق کی بازیابی کیلئے جلسہ عام منعقد کیا جائے گا۔ دفاع پاکستان کونسل بلوچستان کے مسائل کے حل کیلئے درج ذیل چارٹر پر عمل درآمد کیلئے جدوجہد کوشش کے لئے تمام وسائل بروئے کار لائے گی۔ کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ 17 مارچ بروز ہفتہ کو پشاور میں دفاع پاکستان کانفرنس منعقد ہوگی۔

۱۔ ملک میں داخلہ اور خارجہ پالیسی میں تبدیلی کے لئے حکومت پر پارلیمنٹ اور اے پی سی کی قراردادوں پر عمل

درآمد کے لئے دباؤ بڑھایا جائے گا تاکہ آزاد اور خودمختار ملک کی حیثیت سے مملکت خداداد اپنے ملک اور عوام کے مفاد میں اپنے فیصلے خود کرے۔

۲۔ ملک بھر کے تمام علاقوں بالخصوص بلوچستان میں ہر طرح کا فوجی آپریشن ختم کیا جائے حکومت فوجی سربراہ کے صوبے سے فوج کی واپسی کے اعلان پر فوری اور مکمل عمل درآمد کرائے۔ ایف سی لیویز پولیس اور دیگر خفیہ اداروں کے ماورائے آئین' ماورائے عدالت' ماورائے قانون' قتل جیسے سنگین اقدامات پر سخت ترین گرفت کی جائے قومی سلامتی کے لئے خطرہ بننے والے سرکاری عناصر کو نشان عبرت بنایا جائے' یہ کسی رعایت کے ہرگز مستحق نہیں۔

۳۔ بلوچستان کے مسائل کے حل کیلئے اصل فریق کے ساتھ معنی خیز' پائیدار مذاکرات شروع ہوں' صوبے میں بسنے والی دو بڑی اقوام بلوچ' پشتون کے علاوہ آبادکاروں اور ہزارہ قوم کے تحفظ و اطمینان کیلئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں۔

۴۔ تمام لاپتہ افراد کو بازیاب کیا جائے' ایجنسیوں کے اندھے اختیارات پر قدغن کیلئے پارلیمنٹ' قانون سازی کرے اور حکومتی اداروں کے مظالم کے شکار خاندانوں کیلئے قومی جرگہ تشکیل دے جو صدر' وزیراعظم اور فوجی سربراہان سے مسئلہ کے حل کیلئے رابطہ کرے تاکہ انسانی بنیادی حقوق کی پامالی ختم ہو۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی امریکہ حوالگی' بگٹی خاندان کی خواتین کا کراچی میں قتل' خروٹ آباد میں خواتین کی ظالمانہ ہلاکت اور اس کے نتیجے میں ڈاکٹر باقر شاہ کا قتل اور بلوچستان سے خواتین کے لاپتہ ہونے کی بازگشت سنگین صورتحال ہے۔

۵۔ اکبر بگٹی کے ظالمانہ قتل اور دیگر سیاسی قائدین کارکنان نیز سیکورٹی فورسز کے اہلکاروں کی ہلاکتوں کیلئے ذمہ داران کے تعین کیلئے سپریم کورٹ فوری طور پر کمیشن قائم کرے' نواب اکبر بگٹی قتل کیس کے اصل مجرم پرویز مشرف کا ٹرائل کیا جائے اور قرار واقعی سزا دی جائے

۶۔ صوبے کے قدرتی وسائل پر صوبے کے عوام کا حق تسلیم کیا جائے' گیس رائلٹی کی تمام واجب الاداء رقوم ادا کی جائیں' گوادر پورٹ' ریکوڈک' سینڈک اور چمالنگ جیسے منصوبوں پر صوبے کے عوام کو اعتماد میں لیا جائے' ترقی کے عمل میں بلوچستان کے نوجوانوں کو ہنر اور تعلیم کے اسلحے سے لیس کیا جائے۔

۷۔ لوڈشیڈنگ' بجلی کی وولٹیج کی کمی کے باعث زراعت غیر معمولی بحران کا شکار ہے' اس لئے رسل ورسائل کے ذرائع پر کام مکمل کئے جائیں۔ تعلیم' صحت' فراہمی روزگار کے مسائل حل کئے جائیں' وفاقی ملازمتوں میں بلوچستان کے حصہ کی کمی پوری کی جائے۔ اور بیرون ملک ملازمتوں کے لئے بلوچستان کے 50 ہزار نوجوانوں کے لئے ترجیحی بنیادوں پر اقدامات کئے جائیں' بلوچستان میں زراعت' صنعت اور روزگار کے مواقع فراہم کرنے کے لئے ایران سے سستی بجلی اور گیس کے حصول کے معاہدوں پر عمل کیا جائے' امریکی دباؤ کو نظر انداز کیا جائے۔

دفاع پاکستان کونسل بلوچستان کے عوام کو یقین دلاتی ہے کہ وہ تنہا نہیں ہم مسائل کے حل کیلئے بھرپور جدوجہد کریں گے' اندرونی اتحاد اور اعتماد بحال کرنے اور حکمرانوں کو راہ راست پر لانے کے لئے قومی سطح پر دباؤ بڑھائیں گے ہمارا یہ بھی اعلان اور واضح موقف ہے کہ امریکہ عالمی دہشت گرد ہے مظلوم اور پریشان اقوام کا استحصال کرتا ہے امریکہ عراق میں ناکامی کے بعد افغانستان میں ذلت آمیز شکست سے دوچار ہو رہا ہے افغانستان میں امن کے لئے ضروری ہے کہ امریکہ خطہ سے نکل جائے امریکی و نیٹو فورسز نے افغانستان کے بگرام ایئربیس میں امریکی فوجیوں کے ہاتھوں قرآن

پاک کی توہین پر افغان عوام کے احتجاج اور قابض افواج کے خلاف نفرت کا اظہار دیکھ لیا ہے۔ حکومت پاکستان نیٹو فورسز کی سپلائی بحال نہ کرے، وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نیٹو سپلائی کے حوالے سے اشتعال انگیز بیانات بند کردیں اور امریکی کانگریس سے بلوچستان پر قرارداد کی واپسی کے لئے صدر اوباما فوری اقدامات کریں۔

(دفاع کونسل کانفرنس کی شریک جماعتیں اوران کے رہنماء)

1- حضرت مولانا سمیع الحق، چیئرمین دفاع پاکستان کونسل، امیر جمعیۃ علماء اسلام

2- پروفیسر حافظ محمد سعید، امیر جماعۃ الدعوہ

3- حضرت مولانا عصمت اللہ صاحب۔ امیر جمعیت علماء اسلام نظریاتی

4- علامہ محمد احمد لدھیانوی، صدر اہل سنت والجماعت

5- مولانا طیب طاہری، امیر جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ

6- جنرل حمید گل، تحریک اتحاد پاکستان

7- مولانا فضل الرحمٰن خلیل، امیر انصار الامۃ

8- لیاقت بلوچ، مرکزی جنرل سیکرٹری جماعت اسلامی پاکستان

9- علامہ طاہر محمود اشرفی، چیئرمین پاکستان علماء کونسل

10- اعجاز الحق، چیئرمین مسلم لیگ ضیاء الحق

11- پیر سیف اللہ خالد، صدر جمعیت مشائخ اہل سنت پاکستان

12- حافظ فضل محمد، جمعیت علماء اسلام نظریاتی سینئر نائب امیر

13- مولانا نور محمد، سابق ایم این اے، تحریک نفاذ شریعت

14- مولانا صلاح الدین، نمائندہ وفاق المدارس پاکستان

15- امیر الدین آغا، صدر انجمن تاجران

16- کوہ زاد کاکڑ، کاکڑ جمہوری پارٹی، جنرل سیکرٹری

17- مولانا عبدالغفور بلوچ، صدر جمعیت اتحاد علماء بلوچستان

18- جناب عبدالحمید بلوچ، چیئرمین انجمن تاجران بلوچستان

19- قاری انوار الحق، خطیب مرکزی جامع مسجد کوئٹہ

20- مفتی محمود احمد۔ خطیب قندھاری جامع مسجد کوئٹہ

21- مولانا محمد امین، چیئرمین دعوت وارشاد پاکستان

22- ڈاکٹر محمد ابراہیم، صدر الخدمت فاؤنڈیشن بلوچستان

23- مولانا امیر حمزہ، تحریک حرمت رسولؐ پاکستان

24- سید امان اللہ شادیزئی، ممتاز کالم نویس

25- حاجی امان اللہ خان، ممتاز قبائلی رہنما، چمن

26- اللہ داد ترین، پریس سیکرٹری مرکزی انجمن تاجران رجسٹر بلوچستان

27- دانش دیدار، آل پارٹیز پیپلز قومی مومنٹ

28- تاج محمد شیری، ممتاز قبائلی رہنما

29- افتخار احمد کاکڑ، ناظم اسلامی جمعیت طلبہ بلوچستان

30- مولانا عبدالباقی، مہتمم جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ

31- مولانا عبداللہ شاہ مظہر، تحریک غلبہ اسلام پاکستان

32- مولانا عبدالجبار، امیر تحریک غلبہ اسلام پاکستان

33- مولانا آغا محمود شاہ، صوبائی جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام نظریاتی

34- ڈاکٹر عطاء الرحمٰن، چیئرمین بین المذاہب کونسل برائے صحت پاکستان

35- زاہد بختاوری، صدر تحریک فاع پاکستان

36- حاجی عبداللطیف چیمہ، مرکزی ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان

37- مفتی محمد عثمان یار، امیر سواد اعظم اہل سنت پاکستان

38- ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، مرکزی جنرل سیکرٹری اہل سنت والجماعت پاکستان

39- اختر خان کاکڑ، نمائندہ بلوچستان ٹرانسپورٹ

40- مولانا محمد حنیف، صوبائی امیر جمعیۃ علماء اسلام نظریاتی بلوچستان

41- نور خان ترین، صوبائی صدر پاکستان مسلم لیگ ہم خیال بلوچستان

42- عبدالقادر لونی، سیکرٹری جنرل جمعیت علماء اسلام (نظریاتی)

43- ڈاکٹر میر نیازی، مرکزی رہنما انصار الامۃ

44- عبدالمتین اخونزادہ، صوبائی امیر جماعت اسلامی بلوچستان

46- قاری محمد یعقوب شیخ، سیکرٹری جنرل تحریک حرمت رسول پاکستان

46- حاجی گلزار اعوان، چیئرمین پاکستان امن پارٹی

ادارہ

اعلامیہ

دفاع پاکستان کونسل کا پشاور میں سربراہی اجلاس

منعقدہ: 19 مارچ 2012 بمقام لاثانیہ ہوٹل پشاور

زیر صدارت: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ۔ سربراہ دفاع پاکستان کونسل

دفاع پاکستان کونسل کا سربراہی اجلاس پشاور میں منعقد ہوا جس میں کونسل کے قائدین کے علاوہ قبائل کے نمائندوں اور دفاعی تجزیہ کاروں نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور ملک کی موجودہ صورتحال پر غور کیا' اجلاس میں پاک امریکا تعلقات کی تجدید اور نیٹو سپلائی بحال کرنے کے سلسلے میں حکومتی اقدامات اور پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں ممکنہ فیصلوں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ دفاع پاکستان کونسل نے محسوس کیا ہے کہ پاکستان ایک دفعہ پھر تاریخ کے دوراہے پر کھڑا ہے' ملک سے وفاداری اور بے وفائی' قومی سلامتی کے تقاضوں سے اظہار محبت اور بغاوت' اسلام اور ملک دشمن امریکہ سے تعلقات' اور قومی وقار کی بحالی اور پاکستان کے مستقبل کے سلسلے میں اہم فیصلے ہونے جا رہے ہیں۔ ملکی دفاع' کشمیر کی آزادی' قبائل کے تحفظ اور مسلمان ہمسایہ ملک افغانستان کے معاملے انتہائی حساس نوعیت اختیار کر چکے ہیں' بدقسمتی سے حکومت عضو معطل ہے۔ پارلیمنٹ کی سابقہ قراردادوں کا جنازہ اٹھ چکا ہے اور اپوزیشن اس پورے جرم پر مجرمانہ خاموشی اختیار کر کے خود ایک جرم کی مرتکب ہے حکومت نے دفاع کو اور دفاعی اداروں کو کمزور کیا۔ معیشت تباہ کی۔ امریکی وفاداری میں اپنوں کا خون بہایا' پاکستانی قوم کی لاشیں گروائیں' بلوچستان میں بغاوت اور علیحدگی کی تحریکوں کا راستہ ہموار کیا اور اب تاریخ کے انتہائی شرمناک فیصلے کرنے جا رہی ہے تو دفاع پاکستان کونسل یہ فیصلہ کرنے میں حق بجانب ہے کہ دفاع پاکستان کیلئے کل کی طرح آج بھی اور آئندہ بھی اور علیحدگی کی تحریکوں کا راستہ ہموار کیا اور اب تاریخ کے انتہائی شرمناک فیصلے کرنے جا رہی ہے تو دفاع پاکستان کونسل یہ فیصلہ کرنے میں حق بجانب ہے کہ دفاع پاکستان کیلئے کل کی طرح آج بھی اور آئندہ بھی پوری قوم کو جہادی جذبے سے سرشار کر کے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا جائے گا۔ بلاشبہ دفاع پاکستان کیلئے جنگ اب مشکل ترین مرحلے میں داخل ہو چکی ہے لیکن ہم اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر اپنی قوم اور اپنے مسلمان بھائیوں کا خون بہانے کیلئے نیٹو سپلائی بحالی کر کے شکست خوردہ نیٹو افواج کو سہارا دینے کی کوشش کی گئی تو دفاع پاکستان کونسل پوری قوت اور قومی غیرت کے ساتھ اس کی مزاحمت کرے گی۔

دفاع پاکستان کونسل اس سے پہلے بھی پارلیمنٹ کے ممبران کو ایک خط کے ذریعہ اپیل کر چکی ہے اب ہم ایک دفعہ پھر ان سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ امریکہ کی کٹھ پتلی حکمرانوں کے اشاروں پر اپنے ضمیر اور اپنے حلف

سے غداری کرنے کی بجائے اپنی رائے قومی مفاد اور عوام کے جذبات کے مطابق دیں' ورنہ یاد رکھیں کہ قوم ان کے گریبان تار تار کر دے گی' اور ان کا سیاسی مستقبل بھی تباہ ہوگا' آخرت میں بھی رسوائی ان کا مقدر بنے گی' انہیں یہ احساس کرنا ہوگا کہ قبائلیوں کے خون اور بلوچوں کی لاشوں سے قوم کی نیندیں اچاٹ ہیں اور ایک اضطراب ہے جو پوری قوم کو کھائے جا رہا ہے' پارلیمنٹ کے ممبران نے اگر نیٹو سپلائی کھولنے کے حق میں رائے دی تو دفاع پاکستان کونسل عوام کو ان کے گھروں میں گھس کر ان کا محاصرہ کرنے کی ترغیب دے گی۔

دفاع پاکستان کونسل سمجھتی ہے کہ یہ نازک مسئلہ پارلیمنٹ کا نہیں قومی ریفرنڈم کا تقاضہ کرتا ہے' کونسل 12 اکتوبر 2011 کو تشکیل دی گئی' سلالہ چیک پوسٹ پر نیٹو طیاروں کا حملہ 26 اکتوبر کو ہوا اور ثابت ہوگیا کہ دفاع پاکستان کونسل کے قائدین کی رائے تجزیہ سو فی صد درست تھا۔اب بھی اگر دفاع پاکستان کونسل کے خدشات کو اہمیت نہ دی گئی تو ایسا قومی بحران پیدا ہوگا جو سیاسی اقتدار اور قومی مفادات کو فروخت کرنے والوں کو عبرت کا نشان بنا دے گی۔

دفاع پاکستان کونسل' نیٹو سپلائی کے حق میں کئے جانے والے فیصلوں کو پیشگی مسترد کرتی ہے اور امریکہ کے اتحادی حکمرانوں کو بتانا چاہتی ہے کہ ہم تمہیں قومی سلامتی کے منافی اور امریکہ کے حق میں کوئی فیصلہ یا اقدام نہیں کرنے دیں گے' ہم قبائل کے زخم خوردہ بلوچستان کے محروم اور افغانستان کے بہادر عوام کیساتھ ہیں اور انکا ساتھ کبھی نہیں چھوڑیں گے۔

دفاع پاکستان کونسل نے فیصلہ کیا ہے کہ مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے کشمیریوں کی جدوجہد کی بھرپور حمایت جاری رکھی جائیگی اور بہت جلد مظفرآباد میں دفاع پاکستان کانفرنس منعقد کی جائے گی' دفاع پاکستان کونسل 15 راپریل کو پشاور میں عظیم الشان دفاع پاکستان کانفرنس منعقد کرے گی جبکہ 26 اپریل کو کوئٹہ میں کانفرنس منعقد ہوگی۔

دفاع پاکستان کونسل نے صوبہ خیبر پختونخواہ کے تعلیمی نصاب میں تبدیلی پر تشویش کا اظہار کیا اور نصاب سے دینی عقائد و شخصیات کا مضمون نکالنے کی مذمت کی۔

کونسل نے مطالبہ کیا کہ شیخ اسامہ بن لادن شہید کے اہل خانہ پر پاکستان میں مقدمہ چلانے کی بجائے انہیں باعزت طور پر ان کے ملکوں کے حوالہ کیا جائے۔

دفاع پاکستان کونسل نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنے وفود بھیج کر پارلیمنٹ کے ممبران اور بالخصوص پارلیمانی لیڈروں کو ملکی صورت حال میں قومی غیرت کا ثبوت دینے کی اپیل کرے گی' اور انہیں باور کرایا جائے کہ بصورت دیگر حالات تمہارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے اور امریکہ جیسا اسلام اور پاکستان دشمن ملک تمہارے کام نہیں آئیگا۔

کونسل نے زخم خوردہ قبائلیوں اور ناراض بلوچوں سے اپیل کی وہ صبر و تحمل کے ساتھ تمام فیصلے ملکی مفاد میں کریں' ہم کونسل کی طرف سے ان کے تمام مطالبوں کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں' کونسل نیٹو سپلائی روکنے کیلئے اپنے پلان کا بروقت اعلان کرے گی۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

ایمان واسلام کا تلازم اور دین اسلام کے تقاضے

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم صلى الله عليه وسلم اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (بقره . ۲۰۸)

ترجمہ: اے ایمان والوں داخل ہوجاؤ اسلام میں پورے (طور پر) اور شیطان کے قدموں پر مت چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

وایضاً قال الله عزو جل ان الدین عندالله الاسلام (سورة ال عمران. ۱۱)

ترجمہ: بیشک اللہ کے ہاں دین جو ہے وہ یہی (اسلام و) مسلمانی ہے

انقیاد وتسلیم: محترم حاضرین! اسلام کا لفظ ''سلم'' سے بنا ہے جس کا معنی سپردن' گردن نہادن' انقیاد وتسلیم کے ہیں ایک فرد جو مسلمان ہونے کا اقرار کرتا ہے تو گویا وہ اپنے ظاہر و باطن کو رب کے حوالہ کردینے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم ہونے اور اسکے ہر حکم کی بجا آوری' پرستش' کا عہد و پیمان کر کے امن وسلامتی کے دین میں داخل ہونے میں اس پر کاربند رہے گا' اس میں اس بندے کے عقل وخرد کا نہ کوئی دخل ہوگا اور نہ کسی حکم خداوندی سے انکار کی جرات کرے گا' اسلام میں داخل ہونے کی برکت سے یہ شخص خود بھی دوسرے کے ضرر اور تکلیف سے محفوظ اور دوسرا مسلمان بھی اس کے ایذاء سے اپنے کو محفوظ تصور کرے گا۔

ایمان واسلام کا مفہوم: اور یہی معنی ومفہوم ''ایمان جو امن سے بنا ہے میں بطریقہ اکمل موجود ہے' ایمان اور اسلام مسلمان اور مومن کے درمیان فرق جو خالص علمی اور علماء کی تحقیق سے تعلق رکھتا ہے' آپ حضرات کو ان ابحاث کی ضرورت نہیں۔

ایمان اور اسلام کا مصداق: بس اتنا جان لیں کہ ایمان کا تعلق ان احکامات سے ہے جن کی دل سے تصدیق کی جاتی ہے۔ اور اسلام کا تعلق ان امور سے ہے جن میں بدن کے اعضاء استعمال کئے جاتے ہیں' جیسے نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ وغیرہ۔ قرآن وحدیث میں ایمان کی جگہ اسلام اور اسلام کی جگہ ایمان کے الفاظ بھی وارد ہو چکے ہیں' بادی النظر میں اسلام اور ایمان میں فرق محسوس ہوتا ہے مگر حقیقت میں یہ دونوں ایک دوسرے سے ایسے جڑے ہوئے ہیں کہ ایک کو

دوسرے سے جدا کرنے سے مسلمانی ختم ہو جاتی ہے گویا دونوں کی حیثیت ''یک جان دو قالب'' کی طرح ہے اگر ایک فرد کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ وحدہ لاشریک ہیں اور محمد الرسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی کا بھی اقرار کرے، مگر ظاہری اعمال ان دونوں شہادتوں کے خلاف ہوں یا ظاہری کردار و اعمال تو اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت ماننے والے کی طرح ہوں مگر اس کا دل ان باتوں کے اذعان و یقین سے خالی ہو اس کا دعوائے اسلام حقائق پر مبنی نہیں۔

تکمیل ایمان کی شرائط: ایمان کی موجودگی اور تکمیل کے لئے اعمال لازمی شرط ہیں، فتنوں اور الحاد سے بھرپور دور میں روشن خیالی بھی ایک عظیم فتنہ سے کم نہیں، بے شمار لوگوں کے قول و تحریر سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حرکات و سکنات، اعمال و کردار میں مسلمانی کا شائبہ تک نہیں ہوتا، مگر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم سا کوئی مومن دنیا میں موجود ہی نہیں، اس پر افسوس کے علاوہ اور کیا کیا جائے کہ اعمال تو کفار کے، ایمان واسلام کا ان میں نام و نشان نہ ہو بلکہ کافروں کے شعار اور علامات میں شمار ہوتے ہیں مگر دعوی پھر بھی مومن اور مسلمانی کا۔ یہ مسلمانی کوئی ایسا لیبل تو نہیں کہ ایک دفعہ لگ جائے پھر جی میں جو آئے کرے، اور لیبل پھر بھی لگا رہے گا۔ یہ ایسا تضاد ہے کہ جس کے کھوپڑی میں ذرہ بھر بھی دماغ ہو وہ ایسے حالات کے ہوتے ہوئے کبھی اپنے آپ کو مومنوں اور مسلمانوں کے فہرست میں شامل ہونے پر بضد نہ ہوگا

قربانی وایثار:

اسلام اور ایمان کے حقیقی مصداق حضور ﷺ کے جان نثار صحابہؓ تھے، جنہوں نے کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو خیر آباد کہہ کر اپنی جان، مال، اولاد، وطن اور اپنے انتہائی پسندیدہ اشیاء کو اللہ اور رسول کی خوشنودی (جو اسلام اور ایمان کا تقاضا تھا) کے لئے قربان کر دیئے، اللہ کے حکم نازل ہوتے ہی اس میں فلسفے، حکمتیں اور کیڑے نکالنے کی بجائے فوراً اس حکم کی تعمیل کرتے۔ اسلام اور ایمان اپنے دعویداروں سے کیا مطالبہ کر رہا ہے

کامل مسلمان: اس کی وضاحت سرکار دو عالم ﷺ نے صراحتہً فرمائی۔

وعن عبداللّٰہ بن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلعم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ والمھاجر من ھجر ما نھی اللّٰہ عنہ ھذا لفظ البخاری و لمسلم قال ان رجلاً سأل النبی ﷺ ای المسلمین خیر قال من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ رحمت دو عالم ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان (کی ضرر) سے مسلمان محفوظ رہیں اور حقیقی مہاجر وہ ہے جس نے ایسے تمام امور کو چھوڑ دیا ہو جن سے رب العالمین نے منع فرمایا ہے یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور مسلم نے اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا مسلمانوں میں سے بہتر کون ہے آپ نے فرمایا جسکی زبان اور ہاتھ کے (نقصان) سے مسلمان محفوظ رہیں۔

جامع لائحہ عمل: اس حدیث مبارکہ سے آپ خود اندازہ لگائیں کہ اسلام اپنے ماننے والوں سے ایک ایسی جامع

وکمل زندگی گزارنے کا مطالبہ کرتا ہے جسکے ماننے اور تسلیم کرنے والا ایک طرف عقیدے اور عمل کے لحاظ سے اپنے خالق ومالک کا سچا بندہ کہلانے کا مصداق بنے اور اسکے ساتھ ہی وہ انسانیت کے ساتھ مکمل، امن، سلامتی، محبت کرنے کا بھی اعلی ترین نمونہ ہو اور اپنے عمل وکردار سے یہ ثابت کرے کہ وہ امن، امانت، دیانت، اخلاق حسنہ، ہمدردی اور خیر خواہی کا بھی علمبردار ہے اور ان اوصاف وتعلیمات حمیدہ کی وجہ سے کسی کو اس سے خوف زدہ ہونے کا تصور کرنا بھی ناممکن ہو۔ اسلام ومسلمان کی حقیقت تو یہ ہے۔ قرآن کے ذکر کردہ آیات میں جن لوگوں کی خبث باطن کا ذکر ہے وہ تو آگے ذکر کروں گا۔ اس سے پہلے ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے تاکہ ثابت ہو جائے کہ آیت میں جن مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا جارہا ہے کہ اے مومنو! اسلام میں پورے طور پر داخل ہو جاؤ کہیں ہم تو اس مصداق میں شامل نہیں۔

مسلمانوں کی بیماری: بظاہر تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ آج کا مسلمان بھی اسی بیماری میں مبتلا ہے۔ زبان سے تو ایمان کا اقرار مگر عمل اُن لوگوں کا جن کا اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں رگ وریشہ میں اسلام دشمنی رچی بسی ہے۔ اور اگر اسلام کے بعض احکامات پر عمل کرنا بھی ہو تو سوچتے ہیں کہ اس حکم شرعی پر عمل ہو جسمیں دنیا کا فائدہ ہو۔ اگر کوئی نیکی دنیاوی اغراض اور فوائد سے ہمارے نظر میں خالی ہو تو اسے نہ کرنے کے حیلے بہانے اور جواز تلاش کرنے میں لگ جاتے ہیں حتی کہ بعض نادان وبدبخت تو یہ تک کہنے سے بھی نہیں کتراتے کہ اسلام کا فلاں عمل (معاذ اللہ) میرے سمجھ اور عقل سے بالا اور صحیح نہیں۔ یہی تو منافق کی خاصیت ہے کہ دل میں اور کچھ ہو اور ظاہر میں اپنے آپ کو وفادار اور تابعدار ظاھر کرے۔ خواہشات نفس کا تابع ہوتا ہے نفس امارہ بالسوء کا غلام، اور دین کی خود ساختہ بخرے اور تقسیم کر کے اسے اپنے پسند کا تابع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ دل نے چاہا عمل کیا دل نے چاہا دینی عمل کو صرف ترک نہ کیا بلکہ اسکے نہ کرنے کے وجوہات اور تاویلات سے اپنے کو دھوکہ دینے میں لگ جاتا ہے۔ ماں باپ مسلمان، مسلمانوں کے درمیان پیدا ہونے اور رہنے کی وجہ سے نام بھی اسلامی مگر باطن میں کفر اور کفری کردار اور غیر مسلموں کے سامنے اپنے آپ کو معتدل اور روشن خیال لوگوں میں شامل کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے والا ہوتا ہے۔

ظاہر وباطن میں یکسانیت: اسی نفاق کے عقیدہ اور عمل کی نفی کرتے ہوئے خطبہ کے ابتداء میں جو آیت میں نے تلاوت کردی رب کائنات نے فرمایا۔ یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ یعنی مکمل طور پر اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ عقیدہ، عمل، ظاہر وباطن میں صرف اسلامی احکام کی تابعداری کو شعار بناؤ۔ منافقین کی تابعداری نہ کرو کہ ظاہر میں کلمہ طیبہ پڑھو رب لاشریک کے یکتا ہونے کی گواہی دو مگر باطن میں جب بھی بس چلے اسلام اور مسلمانوں کو اپنے شرارتوں سے تکلیف پہنچانے کے عمل میں سب سے آگے ہو۔

ذہنی کجروی کے برے اثرات: معزز سامعین! یہاں لگاتار تین آیات مبارکہ رب العزت نے نازل فرمائے پہلے آیت کا خلاصہ یہ کہ منافق ظاہری طور قسمیں اٹھا کر مسلمانوں کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ باطنی

طور پر مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اپنا فرض اولین سمجھتا ہے۔ ہر ایسے قبیح عمل میں زور وشور سے شریک رہتا ہے جسمیں مخلص مومنوں کے جان و مال عزت و آبرو کو نقصان پہنچے اور اسکی ذہنی آوارگی ذہنی کج روی اور تکبر اسے ہر اس گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔ جسے اسلام نے سختی سے منع کر دیا ہے ایسے شخص کو جہنم میں بدترین جگہ نصیب ہوگی

کامل الایمان کی نشانی:

دوسری آیت میں مخلص مسلمان کی حقیقت رب کائنات بیان فرمارہے ہیں کہ ایسے کامل الایمان کی نشانی یہ کہ طلب دین کیلئے اپنے تمام مال و دولت حتی کہ جان تک کو بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ میں آپ حضرات کو

ان اللّٰہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ (سورہ التوبہ آیت ۱۱۱)

''اللہ تعالیٰ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے''

کے ضمن میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں۔ کہ ارحم الراحمین کا اپنے بندے کے ساتھ کیا ہی عجیب معاملہ وسودا ہے کہ اپنے بندے کا نفس، مال و دولت سب کچھ جو درحقیقت اللہ ہی کا ہے اسکے خوشی کیلئے بندہ نے خرچ کر دیا اسکے بدلے اعلیٰ ترین انعام جنت کی صورت میں دیتا ہے جنت کا بھی وہی ذات باری مالک اور اسکے بدلے بندہ جو کچھ دیتا ہے وہ بھی اللہ کی ملکیت۔ کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور فرد بشر اس قسم کے احسان و شفقت کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ قطعاً نہیں۔ یہ صرف اُسی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کی خصوصیت ہے یہ اپنے فرمانبردار بندوں پر اس قدر مہربان ہیں۔ اوائل وعظ میں تلاوت کردہ آیت جو ان مسلسل تین آیات میں تیسری آیت ہے کہ ظاہر و باطن، دل کے یقین اور اعمال میں ان احکامات کی بجا آوری کرنا ہے جو اسلام کے حدود کے اندر ہوں۔ اس میں انسانی عقل رائے زنی، حق کو باطل اور باطل کو حق کہنے کا دخل نہیں۔ ماننا ہے تو ان تمام احکامات کو ماننا ہے جسکا اسلام حکم دیتا ہے اور بچنا ہے تو ہر اس عمل سے جس سے بچنے کا اسلام نے حکم دیا ہے۔

حقوق العباد کی فکر:

ہم جس فطری اور عالمگیر مذہب کے مقلد ہیں اس میں نہ صرف عبادات بلکہ معاشرت، معاشیات، حکومت چلانے کے طریقے، مسلمان اور دین پر چلنے والے ارباب اختیار کے حقوق، رعیت کے مملکت اور حاکم پر ذمہ داریاں، والد کا بیٹے پر حق، اولاد کا والدین کے حقوق کا اہتمام، خاوند اور بیوی کا آپس میں تعلقات و حقوق، مزدور کارخانہ دار کا ایک دوسرے کے ساتھ سلوک اور طریق کار کا تعین واضح طور پر موجود ہے گویا آیت یاایھا الذین آمنو ا ادخلو افی السلم کا فۃ میں مالک الملک جل جلالہ قرآن کے مخاطبین کو تنبیہ فرمارہے ہیں کہ اسلام کے تعلیمات واحکام خواہ وہ زندگی کے کسی شعبہ سے بھی ہوں ظاہری اعضاء سے ان کا تعلق ہو یا باطن سے۔ جب تک ان تمام احکامات کو دل کی سچائی سے قبول نہ کرو گے اپنے آپکو مسلمان کہلوانا اپنے نفس کو دھوکہ دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اگر اور مذاہب سے

بے نیاز ہونا چاہتے ہو تو اسکا اہم نسخہ اکسیر یہ ہے کہ اسلام کے تعلیمات ہر مسلمان کا مقصد اعلیٰ ہو کہ اسکو تمام وکمال سے حاصل کرنا ہے بعض کج فہم لوگوں کا یہ تصور حق پر مبنی نہیں کہ اسلام صرف مسجد وعبادات تک محدود ہے۔ وہ خدا کے بندے معاشرت اور معاملات کو اسلام کا حصہ سمجھنے سے انکاری ہیں۔

ذرائع ابلاغ کی دریدہ دہانیاں:

محترم دوستو! آج ہمارے معاشرہ کی یہی کیفیت ہے۔ نام ونہاد دانشور، روشن خیال اپنے آپ کو مسلم معاشرہ کا اہم فرد اور عقل کل سمجھنے والے اپنے تحریرات، ذرائع ابلاغ اور نجی مجالس میں اسلام کے بارے میں عجیب وغریب یاوہ گوئی کرتے ہوئے دیندار طبقہ اور علماء کو اپنے تیر کے نشانہ پر رکھے ہوئے ہیں کہ علماء اور مسلمان کا تعلق تو صرف مسجد محراب نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سے ہونا چاہیے۔ عورتوں کے پردہ، سود حدود، تجارت، نظام عدل، سیاست، فحاشی، عریانی کے احکامات کی اپنی من مانی اور خواہش کے مطابق تاویلیں کرکے اسے اسلام ہی نہیں سمجھتے اور نہ ان جیسے لاتعداد نصوص قطعیہ سے ثابت شدہ حلال وحرام سے متعلقہ احکامات میں اللہ اور اسکے رسول کے بتائے ہوئے ہدایات پر عمل کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اور اس عالم دنیا میں اپنے بے اصل آراء پر اڑے ہوئے ہیں۔

اتباع ہوا کا وبال:

مسلمانوں کی یہی بدقسمتی ہے جس پر ہمیں اللہ کے حضور گڑگڑا کر روتے ہوئے مغفرت مانگنی چاہیے کہ دین پر عمل کرنے کیلئے اپنا اپنا معیار ہر فرد نے مقرر کیا ہوا ہے بنی اسرائیل یعنی یہودیوں، نصاریٰ کی طرح جو حکم مزاج کے مطابق ہوتا ہے اسی کو اسلام سمجھتے ہیں۔ اور جو حکم شرعی اپنے اپنے معیار اور رسم ورواج سے منافی ہو اگر چہ اسمیں بے دین لوگوں سے مشابہت اور انکی اتباع ہو۔ پر عمل کرنا ضروری سمجھتے ہیں اسی بے راہ روی کی مذمت کرتے ہوئے مالک حقیقی نے بنی اسرائیل کے بارہ میں فرمایا: اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (بقرہ۔۸۵) ترجمہ: کیا تم مانتے ہو بعض کتاب کو اور نہیں مانتے بعض کو۔ پس (اس کے علاوہ) کوئی سزا نہیں اسکی جو تم میں یہ کام کرتا ہے (ماسوائے) رسوائی دنیاوی زندگی میں اور قیامت کے دن (کہ) پہنچائے جاویں سخت عذاب میں اور اللہ جل جلالہ بے خبر نہیں تمہارے اعمال سے۔

یہود ونصاریٰ کا وبال:

خلاصہ آیت یہ کہ دین، مذہب اور شریعت پر من وعن عمل ضروری ہے یہ ایمان کی علامت نہیں کہ بعض احکامات کو ماننے اور بعض کو ایمان کا جزو ماننے سے انکار کرے۔ دنیوی مفاد پر اپنے آخرت کو قربان کرکے، اللہ کے بعض حکموں پر عمل سے نجات کا حاصل کرنا ممکن ہی نہیں۔ یہودیوں کے ان مکاریوں، چالاکیوں اور مذہب کو مذاق بنانے میں اُن کا یہ عمل

بھی انتہائی مذموم اور شرمناک ہے کہ اپنے نبی پر نازل جس کتاب کا حکم انکے مقصد اور مفاد کے خلاف ہوتا اسے لوگوں کے سامنے پیش کرنے سے کترا کر چھپانے کی کوشش کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے:

وعن عبداللّٰہ بن عمر ان الیھود جاؤا الی رسول اللّٰہ ﷺ فذکر والہ' ان رجلا منھم والمرأۃ زنیا فقال لھم رسول اللّٰہ ﷺ ما تجدون فی التوراۃ فی شان الرجم قالوا نفضحھم و یجلدون قال عبداللّٰہ بن سلام کذبتم ان فیھا الرجم فأتوا باالتوراۃ فنشروھا فوضع احد ھم یدہ علی آیۃ الرجم فقرأما قبلھا وما بعد ھا فقال عبداللّٰہ بن سلام ارفع یدک فاذا فیھا آیۃ الرجم فقالوا صدق یا محمد فیھا آیۃ الرجم فأمر بھما النبی ﷺ فرجما الخ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) یہودیوں کی ایک جماعت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے اپنے قوم کے ایک مرد وزن کے زنا کا ذکر کیا (جبکہ دونوں شادی شدہ تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم نے رجم کے بارہ میں (اپنے کتاب) توراۃ میں پڑھا ہے۔ یہودیوں نے کہا ہم زنا کرنے والوں کو ذلیل و رسوا کر کے کوڑے مارتے ہیں۔ (مجلس میں عبداللہ بن سلام جو توراۃ کے ماہر تھے بیٹھے تھے سن کر) کہا کہ تم لوگ جھوٹ بولتے ہو توراۃ میں بھی رجم کا حکم موجود ہے اور کہا توراۃ لاؤ تم کو تورات میں رجم کا حکم بتاتا ہوں جب توراۃ لاکر کھولا گیا تو یہودیوں میں ایک شخص نے خود اپنے ہاتھوں سے رجم کی آیت چھاننے کی کوشش کی اور اس سے اگلی اور پچھلی آیات سنانی شروع کر دیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے اس کو آیت سے ہاتھ ہٹانے کا کہا جب ہاتھ اٹھایا سب نے دیکھا۔ جس میں رجم کا ذکر تھا وہ آیت موجود تھی۔ یہودیوں نے اقرار کیا کہ عبداللہ بن سلام سچے ہیں آیت میں رجم کا ذکر ہے مگر ہم آپس میں اسکو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ آج بھی اسلامی تعلیمات واحکامات کی شیطانی خواہشات کے مطابق تشریح، تحریف و تلبیس کیلئے دین سے بے زار طبقے سرگرم ہیں۔ اسی گمراہی کی وجہ سے آج بھی کئی مسلمان جس طرح چاہیں تجارت کرتے ہیں۔ حرام وحلال کی بحث کو مولوی کی تنگ نظری کا نام دیتے ہیں اگر قرآن وحدیث کے حوالہ سے سود کی حرمت بیان کرے اس استحصالی نظام کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو یہ عناصر فوراً اعلان کر دیتے ہیں، کہ ملا ملک کی اقتصادی ترقی کا دشمن ہے۔

اسلام کا اہم ترین فریضہ:

اگر جہاد جو اسلام کا اہم ترین فریضہ جسکے ذریعہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اپنے دفاع کے راہ میں خدا کے باغیوں اور دین کے دشمنوں کی بیخ کنی ہوتی ہے نام لیا جائے تو عالم کفر کے اشاروں اور دباؤ کی وجہ سے اس اعلیٰ ترین عبادت کو (نعوذ باللہ) فساد فی سبیل اللہ اور دہشت گردی کا نام دیکر اسکی توہین وتحقیر کی جاتی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے رہبر ورہنما محمد رسول اللہ ﷺ بر ملا اعلان فرما چکے ہیں کہ جس مؤمن کے دل میں جہاد کا جذبہ نہ ہو وہ منافق کی طرح ہے۔

وعن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من مات ولم یغزو ولم یحدث بہ نفسہ مات علی شعبۃ من نفاق (رواہ مسلم) ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ جو شخص مومن مرا اور جہاد نہ کرے اور نہ (زندگی میں) اسکے دل میں جہاد کرنے کا خیال گزرا۔ تو اسکی موت نفاق پر ہوگی۔

آج دنیا کے تمام کفار جہاد کا سن کران پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے ان کفار سے تو شکایت نہیں افسوس ان برائے نام مسلمانوں پر جنہوں نے جہاد دشمن قوتوں سے مفادات حاصل ہونے کی خاطر اپنے دین کے اس عظیم عبادت کا نام تک لینا برداشت نہیں کرتے۔

تکمیل دین کا اعلان:

خدا کے بندو! جس نبی کے آپ حضرات امتی بن کران سے محبت کے دعوے بھی کررہے ہو انہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے بابرکت میدان میں تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے خطاب کرتے ہوئے دین کی جامعیت کے بارہ میں اللہ کا یہ فرمان ذکر فرمایا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ. ۳)

ترجمہ: ''آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین''

اسلام دین کامل:

یعنی اپنے دین کو ان قوموں کے ادیان پر قیاس نہ کرو۔ جن میں بعض تصورات، توھمات اور دو چار اعمال کے علاوہ اور کوئی پابندی نہیں بلکہ بے لگام آزادی سے اپنے مقدس دین کو ان کے خود ساختہ ادیان پر قیاس کر کے اپنے دنیا وآخرت کے زیان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اللہ کے ماننے والو اسلام کامل، جامع اور فطرت اور قیامت تک وجود میں آنے والے ہر دور کیلئے قابل عمل اور دنیا وآخرت میں کامیابی کا یہی حقیقی دین ہے۔ اگر ذلت، رسوائی، مغلوبیت اور اللہ کے قہر وغضب سے بچنے کے خواہشمند ہو۔ شیطان کے راستے پر چلنے کو چھوڑ کر اس میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ اپنے خواہشات کی اتباع میں نجات نہیں بلکہ ایک ہی راستہ ہے کہ اپنے خواہشات کو دین کے تابع کر کے اللہ ورسول کے احکامات کو اپنا منشور اور فریم ورک بنا دو۔ اگر اپنے بربادی سے بچنے کیلئے جدت پسندوں کے آراء اور منصوبوں سے متاثر ہو کر اُن کے ہم پیالہ و مشرب بننے کی خواہش ہو پھر مزید آفات ومصائب کا امت کو سامنا کرنا پڑے گا۔

مالک ارض وسماء ہم سب کو اللہ ورسول کے تمام احکامات پر عمل کرنے کی توفیق دے کر ہر قسم کے فتنوں اور مصائب سے محفوظ رکھے۔ آمین

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

مسلمان کی شان امتیازی

ذیل کا مضمون مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی وہ اہم تقریر ہے جو انہوں نے ۱۲، ۱۳، ۱۴ جون ۱۹۹۹ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے وسیع وعریض میدان میں ایک عظیم تبلیغی اجتماع میں کی، جس میں پورے ملک سے جماعتوں، کارکنوں اور مقصد سے دلچسپی رکھنے والوں اور دعوتی وتبلیغی کام سے جڑے افراد نے شرکت کی، تقریباً ایک لاکھ کے قریب مجمع تھا، حضرت مولانا مرحوم نے اپنی طویل علالت کے دوران ذمہ داران اجتماع کی خواہش وطلب پر اور اس کی ضرورت واہمیت کا خود بھی انداز کرتے ہوئے اپنی کمزوری صحت اور شدید ضعف کے باوجود یہ تقریر کی۔ــــ اس خطاب میں حضرت مولانا مرحوم نے ایک ایسے پہلو کی طرف اس مجمع عظیم کو توجہ دلائی جو ماحول، ملک اور زمانہ پر اثر انداز ہوسکتا ہے، خیر امت، داعی عالم اور داعی انسانیت کی حیثیت سے مسلمانوں کا (وہ جہاں بھی رہیں) فرض ہے اور صورت حال، فساد عظیم اور غفلت عام کو دور کرنے کے لئے مؤثر اور ضروری ہے۔ آج بھی اس خطاب میں وہی تازگی اور اسلام کے اجتماعی واخلاقی تقاضوں اور اقدار کی طرف سے بے توجہی اور لاپرواہی کو دور کرنے اسلام کا مخصوص صالح اور نافع کردار اختیار کرنے کی تلقین پائی جاتی ہے۔ امید ہے قارئین ان رہنما اصول کو اپنائیں گے اور اپنی زندگی میں نافذ کریں گے۔

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله وصحبه اجمعين، وبعد!

میرے دوستو عزیزو! اور دور سے آئے ہوئے مہمانو! اور میرے محبوب وقابل قدر بھائیو!

پہلے تو میں آپ تمام لوگوں کو مبارکباد دیتا ہوں خاص طور پر انہیں جو یہاں اس بڑے تبلیغی ودعوتی اجتماع کے ذمہ دار ہیں، کارکن اور داعی ہیں کہ کتنی بڑی تعداد میں لوگ یہاں اکٹھے ہوئے، جن کا اتفاق ایک کلمہ پر ہے، ایک عقیدہ پر ہے، ایک مقصد پر ہے، اور ایک طرز پر ہے، یہ ایسا مجمع ہے کہ جو اگر بے ادبی اور گستاخی نہ ہو تو کہوں کہ عرفات ومنیٰ کی یاد دلاتا ہے اور اس سے بڑھ کر بلیغ تشبیہ نہیں ہوسکتی کہ اس مجمع کی تشبیہ عرفات ومنیٰ سے دی جائے۔

میں کہوں گا کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ یا حادثہ نہیں ہے کہ اتنا بڑا مجمع جو کہ خاص مقصد لے کر جمع ہوا، ایک فکر لے کر جمع ہوا اور وہ دنیا میں انقلاب برپا کردے، میں تاریخ کا ایک طالب علم ہوں اور تاریخ میرا خاص موضوع رہا ہے اور پھر میں نے کئی زبانوں میں تاریخ پڑھی ہے انگریزی میں پڑھی ہے اردو فارسی میں پڑھی ہے اور پڑھی ہی نہیں لکھی بھی ہے، میں کہتا ہوں کہ اتنا بڑا مجمع اگر ایک مقصد رکھنے والا ہو اور وہ خلوص کے ساتھ جمع ہو، تو دنیا میں انقلاب آسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْ اِنْ تَتَّقُو اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ وَاللّٰهُ

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ. (سورہ الانفال:۲۹)

اس آیت کریمہ پر بہت کم لوگوں نے غور کیا ہوگا، یہ ایک سنسنی خیز، چونکا دینے والی، ہلا دینے والی اور انقلاب لے آنے والی آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اللہ العالمین ہے، رب العالمین ہے، خالق کائنات ہے، خالق جن وبشر ہے، کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر پیش نہیں آسکتی، سلطنتوں میں انقلاب پیدا کرنے والا ہے، حالات میں تبدیلی لانے والا ہے، غلام کو آزاد کرنے والا ہے، اور آزاد کو غلام بنا دینے والا ہے، اور وہ جو ''عالم الغیب و الشهادة '' ہے جو قادر مطلق ہے، جو قدیر برحق ہے جو اللہ برحق ہے وہ کہتا ہے: یا یھا الذین آمنو ا ان تتقو ا اللّٰہ کہ اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے۔

یہ تقویٰ کوئی معمولی لفظ نہیں ہے کہ جو کم کھائے، سادہ رہن سہن رکھے یا کم گو ہو، بس کہہ دیا جائے کہ یہ متقی ہے، غیبت نہ کرے، چغلی نہ کھائے، جھوٹ نہ بولے، تو وہ متقی ہوگیا، تقویٰ صرف اسے نہیں کہتے، تقویٰ کا لفظ قرآن مجید کی اصطلاح میں بڑا جامع اور بہت وسیع لفظ ہے، انقلاب انگیز اور کایا پلٹ دینے والا لفظ ہے، یہاں ''ان تتقو ا اللّٰہ '' فرمایا گیا ہے، یہاں ڈرنے کے لئے خوف کا لفظ نہیں استعمال کیا گیا ''تقویٰ'' میں عقائد بھی آجاتے ہیں، اعمال بھی آجاتے ہیں، مقاصد بھی آجاتے ہیں، اعمال بھی آجاتے ہیں، طرز زندگی بھی آجاتا ہے، اخلاقیات بھی آجاتے ہیں، کہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، شریعت پر چلنے والا ہو، اللہ و رسول کے احکام پر عمل کرنے والا ہو اور انسانیت کا بہی خواہ اور ہدایت کا داعی اور پاکباز ہو، جس کی نگاہیں نیچی، جس کی زبان محتاط جس کا قلب دنیاوی مقاصد، لالچ سے خالی ہو، اور اس کا دماغ برے منصوبوں سے پاک ہو تو جب تقویٰ والی زندگی گزارنے والا یہ مسلمان جب بھی گزرے گا تو انگلیاں اٹھیں گی کہ دیکھو! یہ مسلمان جا رہا ہے، دیکھو! اللہ کا بندہ جا رہا ہے ایک امتیازی شان طاری ہو جائے گی آگے اللہ فرماتا ہے: ''یجعل لکم فرقاناً'' کہ وہ تمہارے اندر ایک شان امتیازی پیدا فرما دے گا۔

میں ''فرقان'' کا ترجمہ ''شان امتیازی'' سے کر رہا ہوں، فرقان کا لفظ اتنا بلیغ، عمیم اور وسیع ہے کہ اردو میں ''فرقان'' کا ترجمہ کرنا آسان نہیں جو لفظ قریب تر ہے وہ کہہ رہا ہوں کہ وہ تمہارے اندر شان امتیازی پیدا کر دے گا، انگلیاں اٹھیں گی، نگاہیں بلند ہوں گی، لوگ اشارے کریں گے، لوگوں کی بعض اوقات نیند اڑ جائے گی، بعض اوقات غفلت دور ہو جائے گی، کہ دیکھو! وہ مسلمان جا رہا ہے، وہ مسلمان گزر رہا ہے، مسلمان کیسے پارسا اور کیسے پاکباز ہوتے ہیں، انسانیت اصل مسلمانوں میں ہے، یہ کسی غیر محرم پر نظر نہیں اٹھاتا، اور راستہ میں اگر کوئی چیز پڑی ہے، جس سے کوئی تکلیف ہو سکتی ہے، کسی کو ٹھوکر لگ سکتی ہے، تو اس کو ہٹا دینے والا ہے، لوگوں کو دھکا دینے والا نہیں ہے، سہولت سے چلنے والا ہے، وقار کے ساتھ چلنے والا ہے، خیر خواہی اور ہمدردی کے ساتھ چلنے والا ہے۔

یہ تھے مسلمان جو گنے چنے کہیں پہنچ جاتے تھے تو پورے پورے معاشرہ کو بدل ڈالتے تھے، پورے پورے شہر

مسلمان ہو گئے، لوگوں کی غفلت خواہ کتنی ہی بڑھی ہوئی ہو، اور ان کے اندر کتنی ہی مال کی لالچ ہو، اور جمال کی لالچ ہو، حب مال ہو، حب جمال ہو، کچھ ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر تاثر لینے اور تاثر دینے کا مادہ پیدا کیا ہے اور دنیا یہ جو چل رہی ہے اس میں اس کو بڑا دخل ہے۔

ذرا مجھے صفائی سے کہنے دیجئے کہ پتہ نہیں پھر یہ موقع آئے یا نہ آئے، ایسا بڑا مجمع جو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی بات سننے کے لیے کہاں کہاں سے آیا ہے اور تبلیغی اجتماع میں آیا ہے تو اس سے بہتر اور مناسب موقع اور کیا ہوگا، دنیا میں اثر قبول کرنے کا مادہ ہے اور یہی دنیا کے باقی رہنے کا راز ہے، کہ اس وقت تک اللہ تبارک وتعالیٰ جو کہ خالق کائنات ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ ابھی انسان میں سبق لینے کی خاصیت موجود ہے اور نیک بننے، صحیح راستہ پر آنے کی خواہش ہے، آپ جب تبلیغ کا وسیع اور عالمگیر کام کریں گے، اصول پر چلیں گے، جماعتیں بنائیں گے، ملک بھر میں پھریں گے اور الحمدللہ یہ کام تو اتنا پھیل چکا ہے کہ دنیا بھر میں جماعتیں جاتی ہیں اور نکلتی ہیں، آپ بھی انشاءاللہ نکلیں گے، اثر ڈال کر آئیے گا، متاثر ہو کے نہیں، متاثر کر کے آئیے گا، کایا پلٹ جائے اور انقلاب آجائے۔

ایک بات صفائی سے اور کہتا ہوں، بدگمانی نہیں کرنا، لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہ یہ شاید نہ کہی گئی ہو کہ آپ جس ملک میں ہیں، جس سرزمین پر رہ رہے ہیں اس میں آپ کو ''شان امتیازی'' کے ساتھ رہنا چاہیے، ''فرقان'' جسے کہتے ہیں، ایسی شان طاری ہونی چاہیے کہ لوگوں کے عقائد بدل جائیں، اخلاق بدل جائیں، نگاہیں بدل جائیں، احساسات بدل جائیں کہ مسلمان اتنی بڑی تعداد میں اس ملک میں ہوں، اور وہ اثر ڈال نہ سکیں، اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے اور خالق فطرت ہے وہ فرما رہا ہے کہ: ''ان تتقو ا اللّٰہ یجعل لکم فرقاناً''. کہ اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے اندر امتیازی شان پیدا کر دے گا۔

ایسا حال طاری ہو جائے گا کہ دیکھتے ہی لوگوں کی اصلاح ہوگی، اور خدا کا خوف پیدا ہونے لگ جائے گا، آج ہمارے اندر قوت تاثیر کا جو فقدان ہے، یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ہم نے ''ان تتقو ا اللّٰہ '' پر پورا عمل نہیں کیا، اگر ان تتقوا اللّٰہ پر عمل ہو اور ہم خدا سے ڈریں، اس کے نبی ﷺ کی تعلیمات پر، ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کریں اور صرف عقائد ہی نہیں، ایمانیات ہی نہیں، جذبات واحساسات، معاملات وتعلقات، اخلاق وکردار، ان سب میں وہ فرق ہو جائے جو تم سے مطلوب ہے، پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ انگلیاں اٹھیں گی، انگلیاں ہی نہیں قدم اٹھیں گے، اور زندگی کا رخ بدل کر تمہاری طرف ہو جائے گا اور لوگوں کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا، وہاں کی اکثریت کو اپنا سنبھالنا مشکل ہو جائے گا، ان کو تھامنا مشکل ہو جائے گا کہ اسلام تیزی سے پھیلنے لگے گا، گھر گھر، چپہ چپہ خدائے واحد کا نام لیا جائے گا اور یہ نفس پرستی، جاہ پرستی، دولت پرستی، شہوت پرستی، منصب پرستی، سیاست پرستی، جس کی اس وقت وبا پھیلی ہوئی ہے، وہ وبا کم ہو جائے گی اور لوگوں کو اپنے مقاصد کو، اپنے اغراض کو، اپنے مفادات کو تھامنا مشکل ہو جائے گا، کہ مسلمان اگر ہیں اور

وہ اسلامی سیرت پر ہیں اور اسلامی عقیدہ پر ہیں، تو ان کے اثرات ایسے مرتب ہوں گے کہ سیاسی لیڈروں کو، دانشوروں اور ادیبوں کو، قائدین کو، سماجی کارکنوں کو، اور دوسرے لوگوں کو تھامنا اور مشکل ہو جائے گا۔

آج ایسا دیکھنے کو کیوں نہیں مل رہا ہے، یہ اس لیے ہے کہ ہماری زندگی اسلامی سانچہ میں ڈھلی نہیں ہے، ہمارے عقائد بھی صحیح ہونے چاہئیں، ہمارے معاملات بھی صحیح ہونے چاہئیں ہمارے ''اہداف'' اور زندگی کے نشانے بھی صحیح ہونے چاہئیں اور مختلف ہونے چاہئیں، ممتاز ہونے چاہئیں، کہ یہاں راستہ میں سڑک وگلی میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جس سے لوگ ٹھوکر کھائیں اور پہلے تو یہاں وہ چیز پڑی ہوئی تھی، جس سے ٹھوکر لگ سکتی تھی، وہ اب نہیں ہے، ضرور یہاں سے کوئی مسلمان گزرا ہے، اسی طرح کوئی مصیبت زدہ ہے اور کوئی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا، کسی کو اس کی فکر نہیں، اگر توجہ کی یا فکر رکھی تو وہ مسلمان نے، اور لوگ کہہ اٹھیں کہ ضرور اس کے پاس سے کوئی مسلمان گزرا ہے، مال کی محبت دوسروں کے مقابلہ ان میں بہت کم ہو، جو بعض اندر کی کمزوریاں اور خامیاں ہوتی ہیں، ان میں کھلا ہوا فرق ہونا چاہیے اور نفسانی خواہشات اور خود غرضی اور حرص وہوس جیسی دوسری کمزوریوں میں بھی نمایاں فرق ہونا چاہیے، یہ کہہ دینا کافی ہو کہ یہ مسلمان ہے۔

آپ تاریخ میں پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ ملک ملک میں انقلاب آگیا ہے، آپ خود خیال کیجئے، کہاں یہ جزیرۃ العرب جہاں سے اسلام نکلا، کہاں یورپ میں اسپین (اندلس) کا ملک جہاں لاکھوں کے حساب سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور پھر جہاں کی زبان تک عربی ہوگئی اور پورا کا پورا ملک مسلمانوں کے ہاتھوں میں آگیا، اس طرح کہاں جزیرۃ العرب اور کہاں ترکی، کہاں جزیرۃ العرب اور کہاں الجزائر اور مغرب اقصیٰ (مراکش) ہم نے ان میں اکثر ممالک دیکھے ہیں، ایک اسپین (Spain) کے سوا کہ جہاں باقاعدہ اس کی کوشش کی گئی کہ یہ یہاں مسلمان باقی رہیں اور نہ ان کا کوئی اثر باقی رہنے دیا جائے، اس میں خود مسلمانوں کی غلطی کو بھی دخل تھا، باقی آج تک ان دوسرے ملکوں میں اسلام باقی ہے اور اسپین میں بھی اسلام کے پھیلنے کی خبریں آرہی ہیں، آپ زمینی مسافت دیکھئے، زمانی مسافت دیکھیں، زبان کا فرق دیکھیں، تربیت کا فرق دیکھیں تو زمین وآسمان کا فرق ہے لیکن پورے پورے ملک مسلمان جو ہوئے تو یہ مسلمان کے اخلاق کی وجہ سے، تبلیغ ودعوت کی وجہ سے، تربیت کی وجہ سے، عملی نمونہ پیش کرنے کی وجہ سے، حیرت ہوتی ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں اس ملک میں مسلمان آباد ہیں اور وہ اثر ڈال نہ سکیں، ہم تو اس مجمع کو کہتے ہیں جو بات سن رہا ہے کہ یہی کافی ہے، ہاں اگر سچے مسلمان بن جائیں اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے لگ جائیں۔

اس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ان تتقوا اللّٰہ یجعل لکم فرقاناً'' کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ تمہارے اندر شان امتیازی پیدا فرما دے گا اور فرماتا ہے:۔ ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً''۔ کہ میں تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر چکا ہوں، اور تم پر اپنی نعمت

تمام کر چکا ہوں اور اسلام کو تمہارے لیے بطور دین کے پسند کر چکا ہوں۔ایک دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''اے وہ لوگو! جو ایمان لے آئے ہو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے کے پورے اور شیطان کے پیچھے نہ چلو، وہ تو تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے''۔

اس آیت کریمہ میں ''کافۃ'' فرمایا گیا ہے، یہ بڑا جامع لفظ ہے اس ''فافۃ'' میں سب آ گیا ہے کافۃ عملی طور پر بھی، اعتقادی طور پر بھی، اخلاقی طور پر بھی اجتماعی طور پر بھی، قانونی طور پر بھی، جو لوگ عربی زبان جانتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ کافۃ کا کلمہ کتنا مضبوط ہے، کتنا وسیع ہے، کتنا حاوی ہے، یہ حاوی اور شامل ہے، داخل ہونے والوں پر بھی اور اس پر بھی جس میں داخل ہوا جائے، سو فیصدی مسلمان سو فیصدی اسلام میں داخل ہو جاؤ، اس میں نہ کوئی تناسب ہے کہ ستر فیصدی مسلمان، اسی فیصدی مسلمان، ایسا کچھ نہیں بلکہ تمام مسلمان پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جائیں، توارث (ترکہ کی تقسیم) ایسی ہونی چاہیے، واجبات وفرائض پورے ادا ہونے چاہئیں، ماں باپ کا جو حق ہے وہ، مرد و زن کا جو حق ہے وہ، بیوی کا شوہر پر، شوہر کا بیوی پر جو حق ہے وہ، پڑوسی کا جو حق ہے وہ، محلہ والوں کا جو حق ہے وہ، شہریوں کا جو حق ہے وہ، ملک والوں کا، وطن والوں کا جو حق ہے وہ، سب پورے اور صحیح صحیح ادا ہونے چاہئیں۔

یہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اسلام میں (اللہ کے سامنے سر جھکا دینے میں) پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، اور یہ وہی فرما بھی سکتا ہے، کہ وہ عالم الغیب ہے اور سب کا پیدا کرنے والا اور ہر چیز کا بنانے والا ہے اور سبھی کچھ اس کے قبضہ قدرت میں ہے، جب ''ادخلوا فی السلم کافۃ'' فرمادیا تو بظاہر پھر ''ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن'' کہنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن اس نے ضرورت سمجھی اور وضاحت کی کہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہونے کے ساتھ اس بات کا خیال رہے کہ شیطان کی پیروی نہ ہونے پائے، اس کے نقش قدم پر نہ چل پڑا جائے، شیطان کے نقش قدم پر چلنا نہیں ہے بلکہ تمہارے لیے اسوۂ رسول اللہ ﷺ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ'' کہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پورا نمونہ موجود ہے۔

بس یہاں سے یہ عہد کر کے جایئے کہ ایسی زندگی اختیار کریں گے کہ صرف گھر ہی نہیں، پورا ماحول، پورا معاشرہ، آس پاس کا قرب وجوار، پورا شہر، سب کا سب متاثر ہو اور سبھی پر اثر ہو، لوگ کہیں کہ مسلمان کی زندگی کچھ اور ہوتی ہے، جہاں لوگ گر جاتے ہیں، اور جہاں لوگ ٹھوکر کھاتے ہیں، وہاں یہ ثابت قدم رہتا ہے، جہاں دوسرے ضمیر فروشی کرتے ہیں، وہاں یہ مسلمان بکتا نہیں اور اسے کوئی خرید نہیں سکتا، نہ حکومتیں اس کو خرید سکتی ہیں، نہ سیاسی ادارے، اور نہ ہی سیاسی پارٹیاں، نہ دولت منداس کو خرید سکتے ہیں اور نہ کوئی حسن وجمال اور نہ ہی عزت وکمال، کوئی اسے خرید نہیں سکتا، یہ بس ایک مرتبہ بک گئے، ان کا پیدا کرنے والا ان کو خرید چکا، جس نے ان کو دین کی نعمتیں عطا کی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ'' کہ اللہ تعالیٰ نے

مومنوں سے ان کے جان و مال کو خرید لیا ہے جنت کے عوض میں۔

اب اس کے بعد نہ کوئی طاقت نہ کوئی منفعت اور کوئی بھی ان کو خرید نہیں سکتا، یہ کیرکٹر ہونا چاہیے مسلمانوں کا، اگر آج یہ ہوتا تو پورا ملک مسلمانوں سے محبت کرنے والا، ان کے لیے جان دینے والا، اور اسلام سے پورا فائدہ اٹھانے والا ہو جاتا، اور جہاں کہیں ایسا ہوا، اسی طرح ہوا، کہ لوگوں نے مان لیا کہ ان کا دین سچا ہے ان کے یہاں اصول پسندی ہے، خدا ترسی ہے، ان میں آخرت شناسی ہے، حقیقت شناسی ہے، اور آج جو اسلام باقی ہے، ہمارے ہی ملک میں نہیں، ساری دنیا میں جو باقی ہے، اس میں بہت بڑا دخل اسلام کے نمونہ کو ہی ہے، ایک فرد چلا گیا ایک ایک کونہ میں ہزاروں لاکھوں لوگ مسلمان ہو گئے، دور نہ جایئے ہندوستان ہی کو لے لیجئے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیر (راجستھان) آئے اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے۔ اسی طریقہ سے امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کشمیر گئے اور وہاں کی اکثریت نے اسلام قبول کیا، ایسے ہی کس کس کا نام لیا جائے کہ ایک دو گئے انہوں نے کچھ لوگ تیار کئے اور پھر اسطرح پھیلنے لگا کر گھر گھر محلہ محلہ پھیلا۔

بس ہمیں اپنی زندگی ایسی بنا لینی چاہیے کہ ''یجعل لکم فرقاناً'' والی صورت پیدا ہو جائے کہ خدا شان امتیازی پیدا کر دے گا، انگلیاں اٹھیں گی، کان کھڑے ہوں گے، آنکھیں کھلیں گی، اشارے ہوں گے، اس سے بڑھ کر کہ لوگ قدموں پر گریں گے، کہ یہ مسلمان ہیں، اس کے عقائد یہ ہیں، اس کے احوال یہ ہیں، اس کے اخلاق یہ ہیں اس کے جذبات یہ ہیں، اس کے احساسات یہ ہیں، اس کی خواہشات یہ ہیں، اس کے معیار یہ ہیں، یہ ہونا چاہیے یہ پیغام لے کر یہاں سے جایئے۔

مزید اس وقت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا، جماعت تبلیغ کے جو اصول ہیں، بنیادی نکات ہیں، اس پر بھی کچھ کہنا نہیں کہ اس پر بہت کہا جا چکا ہے، اور جو رہ گیا ہو گا وہ بھی کہہ دیا جائے گا، ہم نے وہیں سے سیکھا ہے آپ بھی وہیں سے سیکھ رہے ہیں، لیکن یہ بات کبھی نہ بھولئے گا، بلکہ اس کو اپنی گرہ میں باندھ لیجئے، کہ آپ کی زندگی میں ایک امتیاز ہونا چاہیے، ایک کھلا ہوا فرق ہونا چاہیے، جس کے لیے قرآن حکیم کے لفظ سے بڑھ کر کوئی دوسرا بلیغ لفظ ہو ہی نہیں سکتا، وہ ہے فرقان کہ آپ کی زندگی میں ایک فرقان ہونا چاہیے، جو دیکھے کہے کہ یہ مسلمان ہے، یہ مسلمان کا کام نہیں، صدہا نہیں ہزارہا واقعات ہیں تاریخ میں، کہ مسلمانوں نے وہ کیا جو کوئی نہیں کر سکتا تھا کہ ایسی بھی کوئی قربانی ہو سکتی ہے، ایسی بھی کوئی ہمت کر سکتا ہے، ایسا بھی کوئی ایثار کر سکتا ہے، لیکن مسلمان نے کیا، تاریخ میں سب موجود ہے، یہ ریکارڈ ہے جو ہسٹری (تاریخ) میں محفوظ ہے، مسلمانوں کے مابہ الامتیاز بلکہ ممتاز اور معیاری طرز عمل سے لوگ ہزار ہا ہزار کی تعداد میں مسلمان ہوئے ہیں، تاریخ میں آپ پڑھیں، مسلمان نے فتح پانے کے باوجود کیسے رحم کا سلوک کیا، کیسی انسانی ہمدردی کا مظاہرہ کیا، کہ لوگ جوق در جوق مسلمان ہونا شروع ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم کو مسلمان کر لیجئے، جو لڑنے

آئے تھے وہ قدموں پر گرے اور اسلام قبول کیا۔

بھئی! آج ہندوستان میں محض ہمارے اوپر دین اور اسلام کا حق ہی نہیں ملک و وطن کا حق بھی ہے، یہ بہر حال ہمارا وطن ہے، اللہ نے ہم کو یہاں پیدا کیا، اور ہمارے لیے اس سرزمین کا انتخاب کیا، اس کا بھی حق ہے، آدمی کو اپنے گھر سے محبت ہوتی ہے، یہ ہمارا گھر ہے، اس میں ہمیں ایسا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے کہ لوگوں کی اصطلاح ہو، بلکہ زندگیوں میں انقلاب آجائے، یہ ظلم واندھیر جو ساری دنیا میں تو ہو ہی رہا ہے، کبھی کبھی ہمارے ملک میں بھی ہو جاتا ہے، بند ہو، کبھی سیاست کے راستہ سے، کبھی حکومت واقتدار کے راستہ سے کبھی مقصد و مفاد کے لحاظ سے، یہ سب بند ہو، انصاف پھیلے اور خدا کا خوف عام ہو، لوگوں میں ایک خدا ترسی پیدا ہو، خدا کا خوف پیدا ہو انسانیت کا احترام پیدا ہو۔

ایک اور دس ہزار کا فرق رکھتی ہے یعنی ایک آدمی اگر باہر سے آیا ہوا ہو گا تو ۹ ہزار ۹ سو ۹۹ یہیں اسی ملک کے ہیں ان میں سے کچھ تو وہ ہوں گے جو باہر سے آنے والوں کی نسل سے ہیں لیکن اکثر و بیشتر وہ لوگ ہیں جو اسلام کی محبت وانسانیت نوازی کی اداؤں کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہونے والوں کی اولاد ہیں، دین کے علمبرداروں اور داعیوں کی بے غرض کوششوں کے اثر سے آج اس برصغیر میں مسجدوں کی تعداد لاکھوں کی ہو چکی ہے، اور مدرسے و مکاتب ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ یہ خوش آئند بات ہے کہ برصغیر میں الحمدللہ دعوت کے کام میں اب بھی مسلمانوں کی ایک تعداد مصروف ہے۔ ان کے میدان عمل اور طریقہ کار میں تنوع ہے، ان کے ذریعہ دین کے تعارف، ایمان وعمل صالح کی تلقین کا کام انجام دیا جا رہا ہے، اس میں سے زیادہ وسیع اور عوامی کام جماعت تبلیغ کا ہے جو شہروں، دیہاتوں اور کوردہ سے کوردہ مقام تک پہنچا ہوا ہے، ملک سے باہر دنیا کے بیشتر ملکوں تک سفر کر کے اس کے داعی پہنچتے ہیں، خود اپنا خرچ کرتے ہیں، محبت و ہمدردی کے ساتھ لوگوں سے جتلا رہ چکے ہیں وہ اب دیکھنے میں مولوی ملا اور عملی طور پر دینی زندگی میں سرشار نظر آتے ہیں۔ یہ سب نتیجہ ہے دعوتی زندگی اختیار کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کے حکم دعوت کی تعمیل کا، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو دعوت کی یہ کوششیں جو بے غرض طریقہ سے کی جا رہی ہیں، خواہ جماعت تبلیغ کی ہوں خواہ دوسری دعوتی عمل رکھنے والی جماعتوں کی ہوں، امت مسلمہ کی حفاظت وترقی کے بہترین نتائج پیدا کریں گی اور کم از کم اس امت کے بقا وتحفظ کا ذریعہ ثابت ہوں گی۔ (بحوالہ تعمیر حیات انڈیا)

ضـــروری اطـــلاع

جامعہ حقانیہ کی نئی ویب سائٹس کا ایڈریس قارئین نوٹ فرمالیں۔ الحمدللہ سائٹ لانچ ہو چکی ہے۔

www.jamiahaqqania.edu.pk

قومی ایوارڈ یافتہ مقالہ

جناب ابرار خٹک*

''مفاہمتی عمل کے لیے پائیدار حکمتِ عملی کی تشکیل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں''

مفاہمت کا مفہوم:

مفاہمت کا مادہ فہم ہے' فِهماً و فهماً و فهامة و فهامة و فهامیه' جس کے معانی ہیں' سمجھنا' فهّمه و افهمه 'سمجھانا تفاهمه 'بعض کا بعض سے سمجھنا۔''(۱)

جبکہ مفاہمت کے معانی ''باہم کسی معاملے پر سمجھوتا'' کے ہیں۔(۲)

مفاہمت کا دائرۂ عمل:

اگر چہ مفاہمت کے عمل کا انحصار دراصل باہمی معاملات کی نوعیت پر ہوتا ہے تاہم اس کا دائرۂ عمل صرف افراد تک محدود نہیں بلکہ گروہ' اقوام وممالک تک وسیع نظر آتا ہے اور عصرِ حاضر میں عالمی سطح پر اسے قانون بین الممالک یا (International Law) کے معیار پر پرکھا جاتا ہے' بمطابق ڈاکٹر حمید اللہ:

''اس قانون کی اساس ابتداً افراد کے باہمی تعلقات پر ہونی چاہیے۔لیکن ہم اپنی ضرورتوں کی وجہ سے اس کو افراد کے تعلقات سے نہیں ملاتے بلکہ ذرا اور بعد کے زمانے سے شروع کرتے ہیں۔افراد کے بعد کنبوں اور خاندانوں کا زمانہ آتا ہے۔ایک کنبے یا ایک کے تعلقات دوسرے کنبے یا خاندان سے ہوں۔یہ بھی ایک معنی میں انٹرنیشنل چیز بن جاتی ہے۔جب ہر کنبہ اپنی جگہ خودمختار ہو اور دوسرا کنبہ بھی مساوی خودمختاری کا حامل ہو تو ان کے کچھ باہمی تعلقات ہوتے ہیں' لیکن اسے بھی نظرانداز کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں اس کی حیثیت اتنی اہم نہیں کہ اس علم کے شایانِ شان ہو۔اس کے بعد قبیلوں کا دور شروع ہوتا ہے۔ایک قبیلے میں بہت سے خاندان ہوتے ہیں اور ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ قبیلے خودمختار رہتے ہیں۔مثلاً اسلام سے پہلے عرب میں ہر قبیلہ اتنا ہی خودمختار ہوتا تھا جتنی آج کل بڑی

---

* ریسرچ اسکالر' استاد شعبہ اردو' گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج نوشہرہ' خیبر پختونخوا

سلطنتیں ہوسکتی ہیں۔ وہ نہ صرف حالتِ امن کے تعلقات میں' بلکہ حالتِ جنگ میں بھی خودمختاری رکھتا تھا۔ ہر قبیلے کا سردار دوسرے قبیلے کے خلاف اعلانِ جنگ کرسکتا تھا۔ معاہدے کرسکتا تھا۔ غرض وہ تمام کام سرانجام دے سکتا تھا جن کو اب سلطنت یا ایک مملکت اپنی امتیازی شان سمجھتی ہے اور اس کا آغاز مملکت سے کرتے ہیں' چاہے وہ چھوٹی ہی ہو۔"(۳)

گویا دو یا دو سے زیادہ افراد' گروہ' اقوام وممالک کے درمیان کسی بھی معاملے پر بشمول ممالک کے درمیان دوطرفہ تعلقات' گہری دلچسپی کے اموروامکانات' ذہنی وفکری ہم آہنگی اور باہمی اتفاق ورضامندی کی بنیاد پر تحریری/غیر تحریری عہدو پیان کو مفاہمت کہا جاتا ہے۔

پائیدار حکمتِ عملی کا مفہوم:

پائیدار کے معانی مضبوط' پختہ' پکا' دیرپا اور مستحکم کے ہیں'(۴) جبکہ حکمتِ عملی کا مطلب تدبیر' ہوشیاری' دور اندیشی' پالیسی' ملکی مصلحت اور چھل بل کے ہیں۔(۵) اس کے لیے انگریزی میں مترادف لفظ(policy)استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب یوں ہے:

Policy :the rules and forms of manangement :a wisdom in : managing Plolitical sagacity :a written agreement between insurer and the insured .warrant.

طریق یا فنِ انتظام' حکمتِ عملی' دوراندیشی' معاہدہ' بیمہ تحریدی عہدو پیان' دانشمندانہ طرزِ عمل' راہِ عمل' پالیسی۔(٦)

گویا حکمتِ عملی اس لائحہ عمل کا نام ہے جو ریاست کے آئین ودستور اور معروضی حقائق کو مدِنظر رکھ کر باریک بینی اور انتہائی غور وخوض کے بعد متعلقہ ماہرین کی باہمی مشاورت سے کسی معاملے کے لیے وضع کیا جاتا ہے اور درج بالا مبادیات پر عمل کو ہر لحاظ سے یقینی بنا کر ہی اس کی توثیق کی جاتی ہے۔ حکمتِ عملی داخلی بھی ہوسکتی ہے اور خارجی بھی' یہی معاملہ مفاہمتی عمل کا بھی ہے۔ مفاہمت کا عمل افراد سے شروع ہوکر اقوام وممالک تک پھیلتا ہے چونکہ مفاہمتی عمل کسی بھی ملک کی خارجہ حکمتِ عملی کے مبادیات کے زیرِ اثر ہوتا ہے اس لیے ہم اس کو خارجہ پالیسی کا نام دے سکتے ہیں۔

عالمی سطح پر خارجہ حکمتِ عملی (Foreign Policy) کا مفہوم:

بین الاقوامی سطح پر' مشہور ماہرِ سیاسات نارتیج (Northege) اس کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے:

"The primary task of the policy-maker is to articulate the country's external enterests and order them in some scheme of relative importance .the articulation

and ordering of interests must be continioususly changing through times ,but a rough-and -ready pattern in the case of most states might follow the following lines .at the head must come self-preservativation .the maintenance of the physical integrity of the country and the unity of its people :to this all else will tend to be subordinated."(7)

پروفیسر محمد صدیق قریشی کے الفاظ میں:

خارجہ پالیسی اُصولوں کے گروہ کی تشکیل اور تعمیل کو اپنی لپیٹ میں لیتی ہے' جوایک ریاست کے مثالی طرزِ عمل کو قالب میں ڈھالتے ہیں جب وہ دوسری ریاستوں کے ساتھ اپنے مفادات کے تحفظ یا فروغ کے لیے مذاکرات کررہی ہوتی ہے۔''(۹)

لارڈ پالمرسٹن کا یہ مشہور مقولہ بھی عالمی خارجہ سیاست کے حوالے سے انتہائی شہرت رکھتا ہے:

"In International relations there can be no eternal friends nor can there eternal enimies ,the only eternal is national intrest."

''بین الاقوامی تعلقات میں کوئی دوست دائمی ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی دشمن بلکہ صرف قومی مفاد دائمی ہوتا ہے۔''

پرکاش چندر نے (Parkash chandar) خارجہ پالیسی یا حکمتِ عملی کے مبادیات کو جامع انداز میں سمونے کی کوشش کی ہے:

"in the formation of a country's foreign policy both the objective and the subjective factors play an aimportant role .The objective factors which influence a country's foreign policy include the envoironmental factors like historical influence, geographical location, natural resources, industrial development, population etc.the subjective factors on the other hand refer those specific development, or partcular situations which influence the foreign policy of a country .A country's foreign policy shall be successful in achieving its objectives if "it is based as far as possible on an accourate assessment of the facts :it is temely ,in the long run and shortrun senses of the world :if it is self consistant as the nature of foreign policy allows it to be:if undersood and backed by relevent social forghn forcess.at home ,if supplemented by appropriate resourcess and if smiled and by forutune ,But above all a foreigh policy is perhaps most likely to

succeed if it is moving with the tide of affairs and weaving itself into the position of other states rather than pitting itself against their resistance. "(10)

اسلام اور قانون بین الممالک (International Law)

رسول اللہ ﷺ کی مفاہمانہ حکمت عملی کا تعین کرنے کے لیے ہمیں آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا عرق ریز مطالعہ کرنا ہوگا۔ مفاہمت کا عمل بیرونی دنیا سے اسلامی ریاست کے تعلقات و معاملات کی راہیں متعین کرتا ہے اور "یہ آپ ﷺ کی سیرت کا ایک ایسا گوشہ ہے جس کی جانب آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے احوال بیان کرنے میں عام طور پر ذہن متوجہ نہیں ہوتا' اس لیے یہ باب بحث و تحقیق کا خصوصی موضوع ہے اور اس کو آپ ﷺ کی سیاست خارجہ کا نام دیا جاسکتا ہے۔"(۱۱) نیز فقہ مدوّن کرنے والوں نے بھی اس کو اسلامی فقہ ہی کا ایک جز تصور کیا اس لیے اس کو الگ باب "انٹرنیشنل لاء کا نام نہیں دیا۔" مسلمانوں نے اپنے قانون کو زیادہ جامع بنانے کے لیے پہلے ہی دن سے اس کو دین و دنیا دونوں کا حامل بنایا اور اس میں صلوٰۃ' روزہ' حج' زکوٰۃ جیسی عبادتوں کا بھی ذکر کیا' تجارتی معاملات اور وراثت کا ذکر بھی کیا اور اس میں انٹرنیشنل لاء کا ذکر بھی کیا' ایک لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان فقہاء کا تصور یہ رہا کہ انٹرنیشنل لا کوئی انٹرنیشنل چیز نہیں ہے بلکہ ہماری اپنی چیز ہے، ہماری چیز اس معنی میں کہ اجنبی ممالک سے حالت امن یا جنگ' جس قائدے پر عمل کریں' وہی ہمارا انٹرنیشنل لا ہے، یہ نہیں کہ اس کو اوروں کے مشورے اور رضامندی سے مدّون کیا جائے اور پھر اس پر عمل کیا جائے بلکہ ان کے نزدیک اسلامی انٹرنیشنل لا' اسلامی انٹرنیشنل لا کا ایک جزو ہے۔"(۱۲)

قانون بین الممالک (International law) کا آغاز:

عصر حاضر میں مفاہمتی عمل کا تعلق عموماً انٹرنیشنل لا قانون بین الممالک سے ہوتا ہے اس لیے تحقیق نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ اس کی ابتداء بھی "سرور عالم ﷺ" کی ذکاوت فکر و عمل کا نتیجہ ہے حتّی کہ خود مغربی مفکرین اپنی ہی تحقیق پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ "اسلامی فقہ پر رومی فقہ کا اثر نہیں۔"(۱۳) اس سلسلے میں ڈاکٹر حمید اللہ کا خیال ہے:

"قانون بین الممالک جو حقیقت میں بین الممالک بھی ہو اور قانون بھی ہو' مسلمانوں سے شروع ہوتا ہے۔ اس کا آغاز کس طرح ہوا؟ اور چیزوں کی طرح یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر مبنی ہے' کیونکہ جب مکہ معظمہ میں اسلام شروع ہوا تو ابتدا میں بھی بہت سی دشواریاں تھیں کیونکہ مسلمانوں کے پاس کوئی مملکت نہیں تھی۔ وہ شہر مکہ میں رہتے تھے اور ہم اس کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ مملکت کے اندر ایک مملکت (State with in state) کی حیثیت رکھتی تھی' یعنی مسلمانوں کی آبادی شہر مکہ میں تو تھی' لیکن شہر مکہ کے پرانے نظام کے تحت نہیں تھی۔ پرانے شہر مکہ کا جو حاکم تھا اس کی وہ اطاعت نہیں کرتے تھے اور اپنی ہر ضرورت کے لیے اپنے سردار رسول اکرم ﷺ سے رجوع کرتے۔ ان کا اپنا ایک قانون تھا اپنی ایک تنظیم تھی۔ میں یہ بھی کہتا چلوں کہ اسلام کے آغاز پر شہر مکہ واقعی ایک شہری مملکت کی

حیثیت رکھتا تھا۔اس میں کچھ آزاد قبیلے تھے جو خانہ بدوش لوگوں پر مشتمل تھے۔عرب میں کچھ اور شہری بھی تھے۔ایسے شہروں کے حالات پر اب تک کم کام کیا گیا' البتہ طائف اور مکہ کے متعلق بعض چیزیں تحریر ہوئی ہیں۔لیکن اور بھی شہر تھے۔مثلاً شہر مدینہ کے حالات پر قانونی نقطہ نظر سے میری نظر سے آج تک کوئی چیز نہیں گزری۔اس کے متعلق بہت کم ایسی چیزیں ملتی ہیں جن کا تعلق اسلام سے پہلے کے ادوار سے ہو۔"(۱۴)

قانون بین الممالک یا (International law) کا آغاز آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا عظیم کارنامہ ہے' جس نے انسانیت کو مقام آدم کے آفاقی قدروں سے روشناس کیا' آپ کے ذریعے کرۂ ارض پر امن وسلامتی' باہمی احترام اور رواداری کی نئی قدریں متعارف ہوری تھیں اور ربّ کائنات' آپ ﷺ کے ذریعے ایک عالمگیر انسانی معاشرے کی تشکیل کے غیر معمولی فریضے کی تکمیل کرر ہا تھا۔

"وحدت' توازن واعتدال اللہ نے صرف نظام کائنات ہی میں نہیں' انسانی رشتوں' معاشروں اور اقوام وملل کی بنیادوں میں بھی رکھے ہیں۔پوری انسانیت کو اے ابن آدم! اے لوگو! کے کلمے سے مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ "تقوی" کو ہر انسان کے لیے شرف وبرتری کی معراج قرار دیتے ہیں۔رنگ ونسل' اعلیٰ وبرتر و دیگر غیر فطری امتیازات کا خاتمہ کر کے انسانیت کو رواداری کی لڑی میں پروتے ہوئے' سلامتی وامن (اسلام) کے حقیقی سرچشموں سے سیراب کرنا چاہتے ہیں۔"(۱۵)

قرآن میں اللہ تعالیٰ انسانیت سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

اے لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک مرد وعورت (آدم وحوا) سے پیدا کیا اور ہم نے تمہاری پہچان کے لیے تم کو قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا۔بے شک تم میں زیادہ باعزت اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا اخبر دار ہے۔"(۱۶)

بندگی اور عبادت کی آزمائش کا عمل سکون کا متقاضی ہے کہ بگاڑ' انتشار اور ٹکراؤ فکر وعمل کے لیے زہر قاتل ہیں' جس سے توحید کے مقابلے میں شری قوتیں متحرک ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے "رحمت اللعالمین' کے ذریعے اہل عالم کو توحید کی دعوت اسی لیے دی گئی کہ وہ دنیا کو امن وسلامتی کی بستی بنانا چاہتے ہیں' آپ ﷺ قرآن کے اس پیغام کے ساتھ اہل کتاب سے مخاطب ہوتے ہیں:

"اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے' کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں' اس کیساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے۔" (۱۷)

آپ ﷺ نے ہر انسان کو بلا امتیاز رنگ ونسل' مقام وحیثیت اس مرتبہ پر پہنچایا کہ قرآن کے فرمان کے مطابق:

"جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اُس نے

گویا تمام انسانیت کو قتل کر دیا۔'' (۱۸) ''کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔'' (۱۹)
فارسی کے عظیم شاعر شیخ سعدی شیرازی نے اس مضمون کو جو دراصل حدیثِ نبوی ﷺ ہی کا ترجمہ ہے (۲۰) قطعہ کی صورت میں یوں ڈھالا ہے:

بنی نوع اعضائے یک دیگرند — کہ در آفرینش زیک جوہرند
چو عضو بدرد آورد روزگار — دگر عضو ہارا نہ ماند قرار
تو کز محنت دیگران بے غمی — نشاید کہ نامت نہند آدمی (۲۱)

(بنی آدم ایک جسم کے اعضا کی مانند ہیں کیونکہ ان کی پیدائش ایک جوہر سے ہوئی ہے۔ اگر زمانے کی وجہ سے ایک عضو تکلیف میں ہوگا تو دوسرے اعضا بھی بے چین ہوں گے۔ تو کہ دوسروں کی تکالیف سے بے غم ہے، تیرا نام آدمی رکھنے کے قابل ہی نہیں)

''لاریب کرۂ ارض پر الہامی دستور (قرآن) کے مطابق عالمگیر انسانی معاشرے کی تشکیل عین منشائے ایزدی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''رحمت اللعالمین'' اور خود ان کی امت ''امتِ واحدہ'' ''اُمّۃ و سطا لتکونو شھداء علی ا النّاس'' (البقرہ : ۱۴۳) کے رُوپ میں صوری و معنوی تشکیل دراصل اسلامی نظامِ حیات و معاشرت کے لباس میں سابقہ جملہ نظام ہائے دنیاوی کی نئی تشکیل تجدید و ارتقا ہے کیونکہ اسلام قدرتی بناوٹ' الہامی فکر و تفلسف اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی عملی زندگی ''اسوۂ کامل'' کے لحاظ سے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔'' (۲۲)
ان غیر معمولی صفات کا فطری نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پوری انسانیت کے لیے بطور مثالی نمونہ (رول ماڈل) پیش کیا:

''اور بے شک آپ ﷺ کی زندگی میں لوگوں کے لیے عمل کا بہترین نمونہ موجود ہے۔'' (۲۳)

رسول اللہ ﷺ ہی انسانیت کے لیے بطورِ مثالی نمونہ (رول ماڈل) کیوں؟

''وہ تمام اشخاص جو کسی مذہب کے حلقۂ اطاعت میں شامل ہوں ناممکن ہے کہ وہ کسی ایک ہی صنفِ انسانی سے متعلق ہوں۔ اس دنیا کی بنیاد ہی اختلاف عمل پر ہے۔ باہمی تعاون اور مختلف پیشوں اور کاموں ہی کے ذریعے سے یہ دنیا چل رہی ہے' اس میں بادشاہ یا رئیس جمہور اور حکام بھی ضروری ہیں اور محکوم' مطیع اور فرمانبردار رعایا بھی۔ امن و امان کے قیام کے لیے قاضیوں اور ججوں کا ہونا بھی ضروری ہے اور فوجوں کے سپہ سالاروں اور افسروں کا بھی' غریب بھی ہیں اور دولت مند بھی۔ رات کے عابد و زاہد بھی ہیں اور دن کے سپاہی اور مجاہد بھی' اہل و عیال بھی ہیں اور دوست احباب بھی' تاجر اور سوداگر بھی ہیں اور امام و پیشوا بھی۔ غرض اس دنیا کا نظم و نسق ان مختلف اصناف کے وجود اور قیام پر موقوف ہے اور ان تمام اصناف کو اپنی اپنی زندگی کے لیے عملی مجسّمے اور نمونہ کی ضرورت ہے۔ اسلام ان تمام انسانوں کو سنّتِ نبوی

ﷺ کے اتباع کی دعوت دیتا ہے۔اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ مختلف طبقات انسانی کے لیے اپنے پیغمبر ﷺ کی عملی سیرت میں نمونے اور مثالیں رکھتا ہے جو ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ ہدایت کا چراغ بن سکتا ہے۔اسلام کے صرف اس نظریے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت میں جامعیت ہے۔"(۲۴)

حضرت ابراہیمؑ واسمٰعیلؑ کی دُعا:

"یاد کرو جب کہ ابراہیمؑ واسمٰعیلؑ اس گھر (کعبہ) کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے (انہوں نے دُعا کی) اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں میں خود انہی کے اندر سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے۔ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔"(۲۵)

اس دعا کی قبولیت کا تقاضا تھا کہ ایک ایسی مکمل شخصیت کا ظہور ہو جو ہر لحاظ سے انسانیت کی رہنمائی کر سکے۔ ان کا قول وفعل ایک ہو اور ان کی زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند ہو جس میں بلاامتیاز ہر شخص اپنی ضرورت اور ظرف کے مطابق رہنمائی تلاش کر سکے:

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہندوستان' ایران اور چین کے بانیانِ مذاہب کی اخلاقی زندگیوں کا جائزہ لینا چاہو تو معلوم ہوگا کہ اس کے لیے دنیا میں کوئی سامان ہی موجود نہیں' کیونکہ ان کی اخلاقی زندگی کے ہر پہلو پر ناواقفیت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔صرف اسلام ہی کے معلّم کی زندگی ایسی ہے جس کا حرف حرف دنیا میں محفوظ اور سب کو معلوم ہے اور بقول باسورتھ اسمتھ کے کہ: یہاں (سیرت محمد ﷺ) پورے دن کی روشنی ہے جن میں محمد ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو روزِ روشن کی طرح نمایاں ہے"(سیرت محمد: ص (۱۰۸) آنحضرت ﷺ کا خود یہ حکم تھا کہ میرے ہر قول اور عمل کو ایک دوسرے تک پہنچاؤ۔محرمانِ راز کو اجازت تھی کہ جو مجھے خلوت میں کرتے دیکھو اس کو جلوت میں برملا بیان کرو' حجرہ میں کہتے سنو اس کو چھت پر چڑھ کر پکارو۔"(۲۶)

آپ ﷺ کی شخصیت جامع الصفات؛ پوری انسانیت کے لیے مثالی نمونہ اور مشعلِ راہ:

محمد ﷺ کی درسگاہِ اعظم میں آ کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ یہ ایک عمومی جامعہ ہے جس میں انسانی ترقی کی ہر قوت نشوونما پا رہی ہے۔خود معلّم کی ذات ایک پوری یونیورسٹی ہے' جس کے اندر علم وفن کا شعبہ اپنی جگہ پر قائم ہے اور ہر جنس اور ہر مذاق کے طالب علم آتے ہیں اور اپنے اپنے ذوق اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق کسب فیض حاصل کرتے ہیں۔"(۲۷)

آپ ﷺ کی شخصیت کا افضل ترین پہلو جو تمام انبیاؑ میں آپ ﷺ کو ممتاز کرتا ہے یہ ہے کہ آپ ﷺ صرف اپنی قوم یا اُمت کے لیے مبعوث نہیں ہوئے بلکہ تمام انسانیت کے لیے ہیں' جس میں تمام مخلوقات بھی شامل ہیں:

"کہہ (اے نبی ﷺ) میں رسول ہوں اللہ کا سب کی طرف"(۲۸)

''میں کالے اور گورے سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔''(۲۹)

''پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام انسانوں کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔''(۳۰)

اس لیے اللہ نے قرآن میں بشارت دی:

'' وما ارسلنک الاّ رحمت ًاللعالمین'' ''اور اے نبیؐ ہم نے نہیں بھیجا تم کو مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر''(۳۱)

''رحمت کے معنی میں پیار، ترس، ہمدردی، غمگساری، محبت اور خیر خواہی سب شامل ہوں گے۔ عالم سے مراد ہر وجود پزیر شے کا ایک طبقہ ہے۔ اس طرح اس کائنات میں کئی عالم ہیں اور چونکہ آپ ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں، اس لیے آپ کائنات کے ہر طبقہ کے لیے رحمت ہیں۔ رحمۃ اللعالمین وہ ذات ہے جسے کائنات کی ہر شے سے ہمدردی اور محبت ہے۔ ہر ایک پر ترس کھاتی ہے اور ہر ایک کی غمگسار ہے۔''(۳۲)

بہتر ہوگا کہ ہم آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے اس باب کا خاتمہ علامہ سیّد سلیمان ندویؒ کے اس جامع اقتباس پر کریں:

''اگر تم مطالعہ فطرت کے بعد یقین رکھتے ہو کہ یہ دنیا انسانی مزاجوں اور انسانی صلاحیتوں اور استعدادوں کے اختلاف کا نام ہے تو یقین کرو کہ محمد ﷺ کی جامع شخصیت کے سوا اس کا کوئی آخری اور دائمی اور عالمگیر رہنما نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے اعلان فرمایا: ان کنتم تحبّون الله فاتّبعونی یحببکم الله :''اگر تم کو خدا کی محبت کا دعویٰ ہے، تو آؤ میری پیروی کرو''، اگر تم بادشاہ ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم رعایا ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم سپہ سالار ہو یا سپاہی ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر تم استاد اور معلم ہو تو میری پیروی کرو، اگر دولت مند ہو تو میری پیروی کرو، اگر غریب ہو تو میری پیروی کرو، اگر بے کس اور مظلوم ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم خداتعالیٰ کے عابد وزاہد ہو تو میری پیروی کرو، اگر قوم کے خادم ہو تو میری پیروی کرو، غرض جس نیک راہ پر بھی ہو اور اس کے لیے بلند سے بلند اور عمدہ سے عمدہ نمونہ چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔''(۳۳)

مبادیاتِ مفاہمت

قرآن اور مفاہمت:

قرآن تمام معاملات کو انصاف کے ترازو سے پرکھتا ہے اور پوری انسانیت کے لیے بلا امتیاز یہی معیار ہے جس میں کسی کو استثنٰی نہیں۔ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔''(۳۴)

''اے ایمان لانے والو! انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو! اگر چہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر' یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔'' (۳۵)

اسلامی ریاست کے معاملات اندرون و بیرون اسی اساس پر قائم ہوں گے اور اس سے انحراف اللہ کی گرفت اور تباہی کا باعث بنے گا۔ اللہ تعالیٰ شرک اور کفر کی بنیاد پر کسی تعلق کو قبول نہیں کرتا' قرآن کے صریح احکامات ہیں' جو نہ صرف مفاہمت و معاہدات کے قواعد کا تعین کرتے ہیں بلکہ تعلق کی نوعیت کی تشریح بھی کرتے ہیں:

''اللہ کی طرف سے اگر تم پر کوئی پابندی ہے تو وہ یہ ہے کہ مردار نہ کھاؤ' خون سے اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو' اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔'' (۳۶)

یہ بھی ضروری ہے کہ تعلق اور رفاقت میں فرق بھی ملحوظ رکھا جائے: ''اے ایمان والوں! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ' یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اور اگر تم میں کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی انہی میں ہے۔'' (۳۷)

تمہارے رفیق تو اصل حقیقت میں اللہ اور اللہ کا رسول اور وہ اہلِ ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں' زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے ساتھ جھکنے والے ہیں۔'' (۳۸)

اے ایمان لانے والو! تمہارے پیش رو اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے تمہارے دین کو مذاق اور تفریح کا سامان بنالیا ہے' انہیں اور دوسرے کافروں کو اپنا دوست اور رفیق نہ بناؤ۔'' (۳۹)

''اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو'' (۴۰)

تمام جانداروں سے بدتر' اللہ کے نزدیک وہ ہیں' جو کفر کریں' پھر وہ ایمان نہ لائیں' جن سے عہد و پیماں کر لیا پھر بھی وہ اپنے عہد و پیمان کو ہر مرتبہ توڑ دیتے ہیں اور بالکل پرہیز نہیں کرتے۔''

''اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول و قرار کی باز پرس ہونے والی ہے۔'' (۴۱)

''بجز ان مشرکوں کے جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے اور انہوں نے تمہیں زرا سا بھی نقصان نہیں پہنچایا' نہ کسی کی تمہارے خلاف مدد کی ہے' تم بھی ان کے معاہدے کی مدت ان کے ساتھ پوری کرو' اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔'' (۴۲)

''اور اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے۔ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (۴۳)

اللہ مسلمانوں کو ہدایت دیتے ہیں کہ وہ معاہدات جن کے وقت کا تعین نہ ہو' ان کو اس صورت میں فسخ کرو' کہ فریق دوم کو ۴ مہینے کا پیشگی نوٹس دو۔':

'اللہ اوراس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے ان مشرکوں کے بارے میں جن سے تم نے عہد وپیمان کیا تھا۔ (پس اے مشرکو!) تم ملک میں چار مہینے تک چل پھر لو' جان لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو' اور یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔" (۴۴)

"مشرکوں کے لیے عہد' اللہ اوراس کے رسول کے لیے کیسے رہ سکتا ہے؟ سوائے ان کے جن سے تم نے عہد وپیمان مسجدِ حرام کے پاس کیا ہے' کب تک وہ لوگ تم سے معاہدہ نبھائیں تم بھی ان سے وفاداری کرو' اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔ ان کے وعدے کا کیا اعتبار ان کا اگر تم پر غلبہ ہو جائے تو نہ یہ قرابت داری کا خیال کریں نہ عہد وپیمان کا' اپنی زبانوں سے تمہیں پرچار رہے ہیں' لیکن ان کے دل نہیں مانتے' ان میں سے تو اکثر فاسق ہیں۔" (۴۵)

"اگر یہ عہد وپیمان کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم بھی ان سرداران کفر سے بھڑ جاؤ' ان کی قسمیں' کوئی چیز نہیں' ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی باز آجائیں۔" (۴۶)

رسول اللہ ﷺ اور مفاہمت:

جو کسی معاہد کو قتل کرے گا' اسے جنت کی بو تک نصیب نہ ہوگی' حالانکہ اس کی خوشبو چالیس برس کی مسافت سے بھی محسوس ہوتی ہے۔" (۴۷)

"چار خصلتیں ہیں جن میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا۔ ایک یہ کہ جب بولے تو جھوٹ بولے' دوسرے یہ کہ جب وعدہ کرے تو اس کو توڑ دے' تیسرے یہ کہ جب معاہدہ کرے تو اس کو توڑ دے' چوتھے جب لڑے تو گالیاں دے۔" (۴۸)

"ہر غدار (عہد شکن) کی بے ایمانی کا اعلان کرنے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا جو اس کے غدر کا ہم قدر ہوگا' اور یاد رکھو کہ جو سردار قوم غدر کرے اس سے بڑا کوئی غدار نہیں۔" (۴۹)

"ابورافعؓ راوی ہیں کہ مجھے قریش نے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا، حضور ﷺ کو دیکھتے ہی میرے دل میں اسلام اتر گیا۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں تو اب کبھی واپس نہیں جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میں معاہدے میں غداری نہیں کرتا اور نہ سفیروں کو قتل کر سکتا ہوں۔ تم اس وقت تو واپس جاؤ پھر اگر تمہارے دل میں یہی جذبہ باقی رہے تو واپس آجانا۔ غرض اس وقت تو میں واپس ہو گیا' اس کے بعد دوبارہ آکر اسلام لایا۔" (۴۹)

"غور سے سن لو! جو شخص کسی معاہد پر ظلم کرے گا یا ان کے حقوق میں کمی کرے گا' یا برداشت سے زیادہ ان پر بار ڈالے گا یا ان کی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لے گا' تو اس کے خلاف میں قیامت کے دن مدعی بن کر دعویٰ دائر کروں گا۔" (۵۰)

آپ ﷺ کے معاہدات کی مضبوطی کا یہ حال تھا کہ معاہدۂ جہینہ میں لکھتے ہیں: جب تک کوہ احد اپنے مقام پر رہے اور سمندر کسی سیپ کو گیلا کرتا رہے۔" (۵۱)

مفاہمت ہائے رسول ﷺ کا اساسی مقصد:

اسلامی قانون کی رو سے اسلامی معاہدوں کا مقصد اور غایت وہی ہے جو اسلامی حکومت کی غایت ہے۔نظریہ توحید کے مطابق تمام دنیا کے تعلقات کی توحید [تشکیل] اور تمام انسانوں کی بہتری' ساری دنیا میں امن کا قیام' ظلم کا خاتمہ اور اسلام کی رہنمائی (لیڈر شپ) میں دنیا کے باشندوں کی معاشی' سیاسی اور اجتماعی حقوق کی مساوات۔اسلامی حکومت ایک عالمگیر حکومت ہے اور وہ اس حیثیت سے بین الاقوامی تعلقات کو بروئے کار لاتی ہے' لیکن معاہدوں کی وجہ سے اصل مقصد سے دستبردار نہیں ہوتی۔'' (۵۲)

مفاہمت کے لیے پائیدار حکمتِ عملی اور تعلیماتِ رسول ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی مفاہمانہ حکمتِ عملی کے بنیادی مآخذ:

رسول اللہ ﷺ کی مفاہمانہ حکمتِ عملی کے بنیادی مآخذ وحی' کتاب اللہ اور شوریٰ رہے ہیں؛ دراصل ایک اسلامی نظریاتی ریاست' مفاہمتی عمل کے لیے پائیدار حکمتِ عملی کی تشکیل بھی مؤخر الذکر دو بنیادی مآخذ کتاب اللہ اور سنّتِ رسول ﷺ کی بنیاد پر کرے گی:

''اسلامی نظامِ حکومت اور سیاستِ شرعیہ کا پہلا بنیادی اصول یہ ہے کہ حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ رب العالمین کی صفت ہے۔ماخذِ قانون عقلِ انسانی نہیں بلکہ وحیِ خداوندی ہے اور بالادستی قرآن وسنّت کو حاصل ہے۔'' (۵۳)

''اسلام میں دو چیزیں ہیں' کتاب اور سنّت۔کتاب سے مقصود خدا کے احکامات ہیں جو قرآن مجید کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں اور سنّت جس کے لغوی معنی راستہ کے ہیں' وہ راستہ جس پر پیغمبر ﷺ خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہوئے گزرے' یعنی آپ ﷺ کا عملی نمونہ جس کی تصویر احادیث میں بصورتِ الفاظ ہے۔ (۵۴)

''یہ اللہ کی کتاب ہے جس میں گزشتہ قوموں کے حالات ہیں اور آنے والے لوگوں یا واقعات کی خبر ہے۔ یہ کتاب تمہارے درمیان پیش آنے والے معاملات کے لیے حکم (فیصلہ کن قانون) ہے۔یہ فیصلہ کرنے والی کتاب ہے کوئی مذاق نہیں ہے۔جس نے اس کی بات کی تو اس نے سچ بولا' جس نے اس پر عمل کیا اس کو اجر ملے گا اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے انصاف کا فیصلہ کیا۔'' (۵۵)

''میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں۔جب تم اس کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنّت'' (۵۶)

قرآن وحدیث کے بعد اسلامی ریاست میں قانون سازی کا بنیادی اختیار ''شوریٰ'' کے پاس ہوگا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی سنّت یہی ہے۔

''اسلامی نظامِ حکومت اور اسلامی ریاست کا دوسرا بنیادی اصول ہے ''الشوریٰ'' یعنی سربراہِ ریاست کی

تقرری مسلمانوں کے معتمد نمائندوں پر مشتمل مجلسِ شوریٰ کرے گی اور تقرر کے بعد بھی تمام فیصلے مجلسِ شوریٰ کی منظوری سے کیے جائیں گے۔'' (۵۷)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں وحیِ الٰہی اور قرآن ہی کی بنیاد پر تمام تر فیصلے کیے: ''میں تیری مدد سے بحث کرتا ہوں اور تیری وحی پر فیصلہ کرتا ہوں۔'' (۵۸)

اور جہاں وحی یا قرآنی حکم نہ پایا وہاں آپ ﷺ نے قرآن کے اس حکم پر عمل کر کے صحابہ کرامؓ سے رجوع کیا:

''اور ان سے ہر اہم معاملے میں مشورہ کرتے رہو پھر (مشورے کے بعد) جب تم نے عزم و ارادہ کر لیا ہو تو اللہ پر بھروسہ کرو' اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے' بھروسہ کرنے والوں سے۔(۵۹)

''یہ حکم امت کے لیے مشاورت کی سنت کی بنیاد رکھتا ہے۔'' (۶۰)

سب (مفسرین) نے لکھا ہے کہ امرھم شوریٰ بینھم کا مطلب یہ ہے کہ غیر منصوص معاملات میں مشورے سے فیصلہ کرنا مسلمانوں پر لازم ہے اور یہ ایک اٹل حکم ہے۔'' (۶۱)

رسول اللہ ﷺ کو مشاورت کا حکم ان دینی امور کے بارے میں دیا گیا تھا جن کے متعلق اللہ کی جانب سے واضح ہدایت موجود نہ ہوتیں اور ان دنیوی اور انتظامی امور میں بھی مشاورت کا یہی حکم دیا گیا تھا جن کی بنیاد رائے اور ظنِ غالب پر ہوتی۔'' (۶۲)

''حضرت علیؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اگر ہمارے درمیان کوئی واقعہ پیش ہو جائے جس کے بارے میں نہ کوئی امر ہو اور نہ نہی' تو ایسے واقعے کے متعلق آپ ﷺ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا اس بارے میں عبادت گزار اور دیانت دار ماہرینِ شریعت سے مشورہ لیا کرو اور انفرادی رائے اختیار نہ کرو۔'' (۶۳)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ لوگوں سے مشورہ کرنے والا ہو۔'' (۶۴)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے مشورہ کرنے والا شخص کبھی حق سے محروم نہیں ہوتا اور اپنی ذاتی رائے کو کافی سمجھنے والا کبھی سعید نہیں ہو سکتا۔'' (۶۵)

''گذشتہ انبیاء کے بعد دوسرے انبیاء و رسل بھی آتے رہتے تھے اس لیے اس دور میں مشورے کی اتنی اہمیت نہیں تھی مگر محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آتا اس لیے آپ ﷺ کو اپنے اصحاب سے مشاورت کی زیادہ تاکید کی گئی تا کہ امت' آئندہ آپ ﷺ کے اس اسوہ حسنہ پر عمل کرتی رہے اور پیش آمدہ معاملات میں فقہا عابدین کی باہمی مشاورت اور اجتہاد سے حکم معلوم کرے۔'' (۶۶)

شوریٰ کی قانونی حیثیت:

''شوریٰ کی بنیاد ایک ایسے حکم اور آئینی تعامل پر ہے جو کبھی کمزور نہیں ہوسکتا۔اس کی قانونی حیثیت کے اظہار کے لیے پہلی بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ یہ خدا کا حکم ہے اور حکم بھی کسی معمولی انسان اور معمولی قوم کے لیے نہیں بلکہ دنیا کے سردار اعظم ﷺ کے لیے' اور دنیا کی اس عظیم الشان عالمگیر قوم کے لیے جس کو عرشِ اعظم سے خیر الملل کا خطاب عطا کیا گیا ہے۔یعنی اس پیغمبر کے لیے جس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں اور اس قوم کے لیے جس سے بہتر کوئی قوم نہیں۔'' (٦٧)

رسول اللہ ﷺ یا خلفائے راشدین نے جن امور پر ''شوریٰ'' سے مشاورت کی' تاریخ نے ان کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کرلیا ہے جیسے'' شورائے اذان' شورائے بدر الکبریٰ' شورائے اسارائے بدر کبریٰ' شورائے اُحد' شورائے خندق' شورائے افک' شورائے حدیبیہ' شورائے اسیرانِ حوازن' شورائے معاز بن جبل؛ شورائے سقیفہ بن ساعدہ' شورائے جیشِ اسامہ' شورائے مرتدینِ زکوٰۃ' شورائے انتخابِ دوم' شورائے محاذِ عراق' شورائے میثاقِ بیت المقدس' شورائے محاصلِ عراق' شورائے جنگِ نہاوند' شورائے انتخاب سوم' شورائے انتخابِ چہارم وغیرہم۔

رسول ﷺ اور مفاہمانہ حکتِ عملی:

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا پہلا باضابطہ مفاہمتی عمل' جس میں آپ ﷺ نے بہ نفسِ نفیس شرکت کی'' حلف الفضول'' ہے۔رسول ﷺ نے اپنے چچا اور خاندان کے سرکردہ رہنما جناب زبیر بن عبدالمطلب کی قیادت میں اس مفاہمتی عمل میں شرکت کی۔آپ ﷺ نے اس معاہدے کے متعلق فرمایا:

''اس معاہدہ کے مقابلے میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی دیے جاتے' تو ہرگز پسند نہ کرتا اور اگر اب زمانہ اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدے کے لیے بلایا جاؤں تو بھی اس شرکت کو ضرور قبول کروں گا۔'' (٦٨)

حربِ فجار نے بعض طبیعتوں کو اس بات پر مائل کردیا تھا کہ زمانہ سابق میں انسدادِ قتل وغارت گری کے لیے ''فضل بن فضالہ' فضل بن وداعہ اور فضل بن حارثہ'' نے مفاہمت کے جس معاہدے کی بنیاد رکھی تھی' اس کی تجدید کی جائے۔لہٰذا زبیر بن عبدالمطلب اس معاہدے کے محرک ہوئے اور ان کی سرکردگی میں عبداللہ بن جدعان کے مکان پر بنو ہاشم' بنو زہرہ اور بنو تیم میں معاہدہ ہوا' جس کی کیفیت یہ تھی کہ:

''اس وقت سب نے مظلوم کی حمایت ونصرت کا عہد کیا کہ مظلوم خواہ اپنا ہو یا پرایا' دیسی ہو پردیسی' حتی الوسع اس کی اعانت اور امداد سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔'' (٦٩)

خود زبیر بن عبدالمطلب نے اپنے اشعار میں اس مفاہمت کا نقشہ یوں کھینچا:

''فضل بن فضالہ' فضل بن وداعہ اور فضل بن حارثہ نے سب سے اس امر پر عہد اور حلف لیا کہ مکہ میں کوئی ظالم نہ رہ سکے گا''

اس پر سب نے پختہ عہد کیا۔ پس مکہ میں پڑوسی اور آنے والا سب مامون ومحفوظ ہیں۔''(۷۰)

اس معاہدے کے بطن سے عالمی امن اور دنیا کو امن وسلامتی کی بستی بنانے کا انوکھا تصور ابھرتا ہے جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ رسول ﷺ کے درج بالا الفاظ مسلمانوں ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہیں ۔حرمتِ کعبہ تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی بنیاد رکھتا ہے' رواداری باہمی احترام' سینکڑوں سالوں کی جہالت پر مبنی جنگوں کو ہی نہیں مختلف طاقتوں کی موجودہ ہوس پسندی' توسیع پسندی' نفرت وحقارت اور ظلم وجبر پر مبنی پالیسیوں کو بھی بیک جنبش ختم کردیتا ہے۔ مظلوم کی امداد بلا امتیاز مذہب' رنگ ونسل' قومیت کا حیرت انگیز تصور سامنے لاتا ہے۔ یہ معاہدہ مقامی ہو کر بھی آفاقی قدریں متعارف کرا رہا تھا۔ بین الاقوامی امن کی بنیاد' خود اس کا حصہ بنا ایسے اصول ہیں' جس کی بنیادیں اس معاہدہ میں چھپی نظر آتی ہیں۔ یہ ظالم قوت کے مقابلے میں کمزور کی حمایت کا عجیب مظاہرہ تھا' جس پر آج کی عالمی طاقتوں کی منافقانہ سیاست کا شائبہ تک نہ تھا۔ آپ ﷺ کا یہ اعلان کہ: ''اب زمانۂ اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدے کے لیے بلایا جاؤں تو بھی اس شرکت کو ضرور قبول کروں گا'' اسلامی ممالک کے لیے مشعلِ راہ کا کام دیتا ہے۔

''اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نوجوانی کے عالم میں بھی آپ کی سیاسی بصیرت میں قوتِ فیصلہ کا جوہر موجود تھا اور واقعہ ہونے والے عظیم الشان واقعات کے لیے ایک ایسا نشانِ منزل موجود تھا جو حقیقی منزل پر پہنچنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔''(۷۱)

اس معاہدے کی حرمت کا یہ عالم تھا کہ پہلی صدی ہجری کے اختتام تک مسلمان اس پر قائم رہے:

''یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ زمانۂ جاہلیت کے جہلا اس معاہدہ پر زیادہ مدت تک عمل نہیں کرسکے مگر مسلمان پہلی صدی ہجری میں خلافتِ راشدہ کے بعد بھی اس کے پابند رہے۔ انہوں نے وقت کے جبار اور ظالم انسانوں' طاقتوں اور مملکتوں کی سازشوں کا مقابلہ کیا۔ صرف اس لیے تاکہ امن قائم ہو' انصاف بروئے کار آئے۔ انسانی حقوق تسلیم کیے جائیں اور ظالموں کو اتنا بے بس کردیا جائے کہ ان کے تاریخی مظالم کی پوری تلافی ہو۔''(۷۲)

رسول اللہ ﷺ اور تعمیر کعبہ:

حلف الفضول میں آپ بنو ہاشم کی جانب سے بطور فریق شامل ہوئے' جب کہ تعمیر کعبہ کے تنازعے کو مفاہمت پر منتج کرنے میں آپ ﷺ نے محرک کا کردار ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی فہم وفراست' حکمت وتدبر کو پوری انسانیت کے لیے مثال اور عملی نمونہ بنایا۔ کعبہ کو ڈھا کر نئے سرے سے تعمیر وتوسیع پر قریش کا اتفاق ہوا' اور تمام قبیلوں کو مختلف حصوں کی تعمیر کا کام باہمی رضامندی سے مل گیا تاہم حجرِ اسود کی تنصیب پر تنازعہ پیدا ہوا اور ہر قبیلے کی خواہش

تھی کہ یہ سعادت ان کو مل جائے۔ چار دن تک اختلاف جاری رہا' اور عرب دستور کے مطابق جان دینے کی قسم کھا کر پیالے میں خون بھر کر اس میں انگلیاں ڈبو لی گئیں حتیٰ کہ پانچویں دن بزرگ ابوامیہ بن مغیرہ نے رائے دی کہ صبح سب سے پہلے جو شخص بھی کعبے میں داخل ہوگا وہ اس تنازعے کا فیصلہ کرے گا۔ اللہ کا خاص فضل تھا کہ حسنِ اتفاق سے آپ ﷺ سب سے پہلے کعبے میں داخل ہوئے۔ آپ کو دیکھتے ہی صدائیں بلند ہوئیں "ھذا محمد الامین رضین ھذا محمد الامین " یہ تو محمد امین ہیں' ہم ان کے حکم بنانے پر راضی ہیں۔" (۷۳) آپ ﷺ نے چاروں قبائل کو ایک ایک رہنما کے انتخاب کرنے کی تجویز دی' چاروں قبیلوں سے چار منتخب سردار آئے تو آپ ﷺ نے ایک چادر میں حجرِ اسود رکھا اور چاروں سرداروں نے چادر کا ایک ایک کونہ پکڑا اور مقررہ مقام تک پتھر اٹھا کر لے گئے آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے پتھر اُٹھایا اور متعلقہ مقام پر نصب کیا۔ اللہ نے آپؐ کے ہاتھوں سے عظیم کام سرانجام دیا حجرِ اسود کی تنصیب کی سعادت بھی آپ ﷺ کے حصے میں آئی اور ایک اور تنازعہ' جس کے بطن سے سینکڑوں سال پر محیط ایک نئی جنگ کا امکان پیدا ہو رہا تھا' آپ ﷺ کی حکمت و دانش کے طفیل ختم ہوا' حجر اسود کی تنصیب اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جس طرح آپ ﷺ نے حجرِ اسود کی تنصیب کے ذریعے توحید کی نیو رکھی' اکرام و اعزاز حاصل کیا اور ایک خونریز لڑائی کو روکا۔ اسی طرح امتِ محمدی ﷺ بھی اس کرۂ ارض پر توحید کی بنیاد پر ساری انسانیت کے درمیان مفاہمت' امن و رواداری اور عالمگیر انسانی معاشرے کی تشکیل کو یقینی بنائے گی۔ جس کا نقشہ حکیم الامت علامہ اقبال نے ان اشعار میں پیش کیا ہے:

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہو وہ کارواں تو ہے

مکاں فانی 'مکیں آنی 'ازل تیرا 'ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے

حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے 'معمارِ جہاں تو ہے

تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی
جہاں کے جوہرِ مضمر کا گویا امتحاں تو ہے

جہانِ آب و گل سے عالمِ جاوید کی خاطر
نبوت ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغاں تو ہے

یہ نکتہ سرگزشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمینِ ایشیاء کا پاسباں تو ہے

سبق پھر پڑھ صداقت کا 'عدالت کا 'شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا (۷۴)

(جاری ہے)

مولانا محمد اسرار ابن مدنی
رکن موتمر المصنفین

۲۳ مارچ یوم پاکستان

سیاسی اور فوجی قائدین مولانا ابوالکلام آزاد کو غلط ثابت کریں!

معروف صحافی جیو اینکر پرسن کامران خان کا اپنے پروگرام میں اظہار خیال

۲۳ رمارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان لاہور میں پاس ہوئی اور اس کے سات سال بعد مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی۔ ابتدائے تاسیس سے لیکر تا حال اس دن کو "یوم پاکستان" کے نام سے انتہائی جوش وخروش سے منایا جاتا ہے' چنانچہ امسال بھی اس قومی دن کی مناسبت سے میڈیا پر بہت کچھ نشر ہوا۔ لیکن جیو نیوز ٹی وی چینل کے معروف اینکر پرسن اور سینئر صحافی جناب کامران خان نے پاکستان کی ۶۳ سالہ تاریخ میں پہلی بار یوم پاکستان کے حوالے سے کچھ تلخ حقائق بھی بیان کیے جسے پاکستان کی نظریاتی' سیاسی' دردِ دل رکھنے والے حلقوں اور مذہبی شخصیات نے بہت سراہا۔ بالخصوص مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ارادت مندوں اور اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے طبقے میں اس پروگرام کو خوب پذیرائی ہوئی۔ پروگرام میں کامران خان نے تقسیم ہند اور پاکستان کے متعلق امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کے انٹرویوز اور تقاریر کے اقتباسات نقل کیے۔ جس میں حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے آج سے ۶۷ سال پہلے پاکستان کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا وہ نظریات اور اندیشے آج سو فیصد درست ثابت ہو رہے ہیں' بلاشبہ پاکستان کے سب سے بڑے ٹی وی نیٹ ورک پر کامران جیسے سینئر صحافی کی زبان سے مولانا ابوالکلام آزادؒ کے افکار و خیالات کی تشہیر اور ان کی سیاسی فکر و بصیرت کو مثبت انداز میں پیش کرنا یقیناً حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کی زندہ کرامت ہے۔ ورنہ اس سے پہلے پاکستان میں مولانا آزادؒ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے افکار و نظریات کے متعلق لب کشائی کرنا غداری کے زمرے میں شمار ہوتا تھا۔ نیز تاریخ سے بے بہرہ صحافی اور نام نہاد محققین گزشتہ ساٹھ برسوں سے دن رات ان کے افکار و نظریات' اندیشوں اور ان کی سیاست کا مذاق و طنز و تشنیع کرتے تھے۔ حالانکہ ان اکابرین کی نیت پاکستان کے بارے میں سو فیصد درست تھی اور انہوں نے تقسیم ہند کے بعد پاکستان کو ایک مقدس مسجد کی حیثیت دی تھی۔ آج اگرچہ ان اکابرین کے دفاع کا پاکستان میں کوئی موثر پلیٹ فارم موجود نہیں اِکا دُکا محققین ہی اپنے طور پر اکابرین کے دفاع میں مصروف عمل ہیں۔ یہ

انٹرویو اور خدشات پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اکابرین کو کیسی زبردست عقلِ سلیم عطا فرمائی تھی۔ زیر نظر پروگرام میں مولانا آزادؒ کا ہر جملہ' ہر سطر جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے یا قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید کا حقیقی مصداق ہے۔ گو کہ اس پروگرام کے کچھ حصوں سے ادارے کو کلی اتفاق نہیں اور اس کے بعض حصوں سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ قارئین ''الحق'' کی معلومات اور دلچسپی کیلئے اس پروگرام کو ریکارڈنگ سے احاطہ تحریر میں دارالعلوم کے لائق فاضل محمد اسرار حقانی نے بڑی محنت کیساتھ نقل کیا ہے۔ اس حساس موضوع کے حوالے سے علم و تحقیق سے وابستہ اور خصوصاً تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اس حوالے سے اپنی نگارشات ماہنامہ ''الحق'' کی زینت بنا سکتے ہیں۔ ادارے کی اس تنقیدی اشاعت سے قطعاً کوئی اور معنی نہ تراشے جائیں۔ الحمدللہ ایمان کی دولت کے بعد پاکستان کی ریاست سے محبت اور وفاداری ہمیں ہر چیز سے مقدم ہے۔ خود احتسابی اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کیلئے چند لمحوں کیلئے تمام پاکستانیوں کو ٹھنڈے دماغ سے سوچنا چاہیے کہ اس عرصہ دراز میں ہم نے کیا پایا اور کیا کھویا؟................(راشد الحق سمیع)

قرارداد پاکستان:

جناب کامران خان نے پروگرام کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ آج کا پروگرام ہم نے نذر کیا ہے' 72 سال قبل منظور کیے جانے والی قرارداد کے نام جس پر پاکستان کی نظریاتی بنیاد رکھی گئی تھی' اور جسے قرارداد پاکستان کہا جاتا ہے۔ اسی قرارداد کے منظور ہونے کے 7 سال بعد پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ آج پاکستان جس کی عمر 65 سال ہو چکی ہے اس پاکستان سے بالکل مختلف نظر آتا ہے جو اس وقت قرارداد قبول کرنے والوں اور ترتیب دینے والوں نے سوچا تھا۔ آج کا پاکستان نہ صرف اس قرارداد سے مختلف ہے بلکہ بانیان پاکستان نے جو خواب دیکھا تھا اور پاکستان کی تحریک چلانے والوں کروڑوں لوگوں نے پاکستان کا جو خواب دیکھا تھا اس سے بالکل مختلف نظر آتا ہے۔

یہ وہ پاکستان نہیں جس پر ہم فخر کر سکیں:

ہمیں یہ قبول کر لینا چاہیے کہ یہ پاکستان وہ پاکستان نہیں ہے۔ جس کی ہم تمنا کرتے تھے یے وہ پاکستان نہیں جس پر ہم فخر کر سکیں بلکہ یہ پاکستان وہ پاکستان نظر آتا ہے جو دراصل کانگریس سے منسلک اور ہندوستان کی تقسیم قبول نہ کرنے والے مسلمان رہنما دکھاتے تھے...... آج اگر پاکستان کی اصل شکل دیکھیں تو وہی شکل نظر آتی ہے جو اس وقت میں دکھائی گئی تھی' پاکستان کے نام کے خلاف مسلمان رہنماؤں کی جانب سے جو کہتے تھے کہ پاکستان کے نام پر ہندوستان کی تقسیم دراصل مسلمانوں کے لئے کوئی بہت اچھا فارمولا نہیں ہے۔ اور اس خطے برصغیر میں رہنے والے مسلمانوں کی فلاح کا یہ منصوبہ درست نہیں۔ خاکم بدہن یہ بات سو فیصد تو صحیح ثابت نہیں ہوئی لیکن مکمل طور پر غلط بھی

ثابت نہیں ہوئی ہے......اسی قسم کی ایک تصویر ہمیں دکھائی جاتی تھی۔قیام پاکستان سے قبل ان مسلمان رہنماؤں کی جانب سے جو دراصل کانگریس سے منسلک تھے جو کہ تقسیم ہند کے خلاف تھے' ان میں شامل تھے۔

قائداعظم کی مولانا آزاد کے بارے میں رائے:

اس وقت کے کانگریس کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد! کانگریس کی سربراہ کی حیثیت سے مولانا ابوالکلام آزاد کی ہر ممکن کوشش تھی کہ ہندوستان کی تقسیم نہ ہو۔ان کا کہنا تھا کہ ہندوستان کی تقسیم سے مسلمانوں کی فلاح یقینی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے لئے پریشانی کا مواد اور سامان پیدا ہوسکتا ہے۔اسی لئے جو پاکستان بننے جارہا تھا' مولانا آزادؒ اس کی جو منظر کشی کرتے تھے۔اس وقت کے لوگ اس سے Agree (قبول) نہیں کرتے تھے۔اور اسی وجہ سے قائداعظم محمد علی جناح' مولانا ابوالکلام آزاد کو کانگریس کا شو بوائے (Show Boy) کہتے تھے......قائداعظم کے بقول مولانا ابوالکلام آزاد کو اس لئے کانگریس کا صدر بنایا گیا تھا تاکہ ہندوستان کی تقسیم کو روکنے کی کوشش کی جاسکے۔جبکہ مولانا ابوالکلام آزاد کہتے تھے کہ وہ نظریاتی طور پر اور اپنے (Vision) کے لحاظ سے سمجھتے ہیں کہ پاکستان جس طرح سے بنایا جارہا ہے آگے چل کر پاکستان کیلئے بڑے سنگین مسائل کھڑے ہوں گے۔اس لئے پاکستان کا جو خواب مولانا ابوالکلام آزاد دیکھتے تھے' آج اس پر نگاہ ڈالنا بہت ضروری ہے' کیونکہ وہ خواب غلط نظر نہیں آتا وہ خواب اور اس کی تعبیر بھی اتفاقاً کچھ کچھ صحیح نظر آتا ہے۔(''کچھ کچھ'' نہیں بلکہ 99% درست ثابت ہوئے) اگرچہ اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے دل نہیں چاہ رہا......

ہفت روزہ چٹان کو انٹرویو:

اس خواب کی تصویر کشی اس وقت مولانا ابوالکلام آزاد اپنے مختلف تقاریر اور انٹرویوز میں کرتے رہے۔اسی قسم کا ایک انٹرویو انہوں نے دیا تھا' اس وقت شائع ہونے والے جریدے ''چٹان'' کو جس کے مدیر جناب شورش کاشمیری تھے' شورش کشمیریؒ نے یہ انٹرویو اپریل ۱۹۴۶ء میں لیا تھا...... یہ تقریباً ہندوستان کی تقسیم سے سوا سال پہلے پاکستان کے مستقبل کے بارے میں پوچھا تھا کہ برصغیر اور پاکستان اگر بنتا ہے تو اس کا رنگ روپ کیا ہوگا؟ اور اس کا مستقبل کیا ہوگا؟......اس انٹرویو کا دورانیہ تقریباً دو ہفتے تھا...... جو بعد میں شورش نے پاکستان بننے کے بعد انہوں نے اپنی کتاب ''ابوالکلام آزاد'' میں شائع کیا۔ذرا غور سے دیکھئے اس کے اقتباسات!

ابوالکلام آزاد پاکستان کے بارے میں جو (Future) مستقبل دیکھتے تھے...... پاکستان کے بارے میں ان کا جو (vision) تھا اس میں ثابت کرتا ہے کہ وہ غلط ہے' غلط ہے' اور غلط ہے۔لیکن فی الحال ایسا لگتا ہے کہ وہ vision اور وہ تصویر جو مولانا آزاد دیکھ رہے تھے وہ غلط ہے۔لہٰذا دیکھئے اس انٹرویو کے اقتباسات! اور پھر فیصلہ کیجئے:

مشرقی اور مغربی پاکستان کے متعلق پیشنگوئی:

اپریل ۱۹۴۶ء میں مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا:

''جناح اور لیاقت علی خان جب تک زندہ ہیں اس وقت تک مشرقی پاکستان کا اعتماد متزلزل نہیں ہوسکتا'' لیکن دونوں رہنماؤں کے بعد ایک چھوٹا سا واقعہ بھی ناراضگی اور اضطراب پیدا کرسکتا ہے۔

مولانا آزادؒ پیش گوئی کرتے ہیں: ''میں محسوس کرتا ہوں کہ مشرقی پاکستان کے لئے بہت طویل مدت تک مغربی پاکستان کے ساتھ رہنا ممکن نہیں ہوگا' دونوں خطوں میں کوئی بھی قدر مشترک نہیں ہے سوائے اس کے دونوں طرف رہنے والے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔''

مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ: ''حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کہیں بھی مسلمان پائیدار سیاسی اتحاد پیدا ہی نہ کر پائے' عرب دنیا کی مثال ہمارے سامنے ہے'' مولانا آزاد کہتے ہیں: ''مشرقی پاکستان کی زبان' رواج' اور رہن سہن' مغربی پاکستان کی اقدار سے مکمل طور پر مختلف ہیں''

پاکستان میں عالمی قوتوں کی مفادات کی جنگ:

انہوں نے آگے چل کر اس انٹرویو میں کہا: ''پاکستان کے قیام کی گرم جوشی ٹھنڈے پڑتے ہی اختلافات کے سامنے آنے شروع ہوجائیں گے جو جلدی ہی اپنی بات منوانے کی حد تک پہنچ جائیں گے' عالمی قوتوں کے مفادات کی جنگ میں یہ اختلافات شدت اختیار کریں گے اور پاکستان کے دونوں حصے الگ ہوجائیں گے۔

ہم نے کیا کھویا کیا پایا:

یاد رہے کہ یہ بات مولانا ابوالکلام آزاد اپریل ۱۹۴۶ء میں کہہ رہے ہیں: ''مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد مغربی پاکستان خطے میں موجود تضادات اور اختلافات کا میدان بن جائے گا۔ پنجاب' سندھ' سرحد اور بلوچستان کا قومیائی تشخص بیرونی مداخلت کے دروازے کھول دے گا۔''

''وہ وقت دور نہیں ہوگا جب عالمی قوتیں پاکستان کی سیاسی قیادت میں موجود مختلف عناصر کو استعمال کر کے اس کے حصے بخرے کردیں گے جیسا کہ بلکان اور عرب ریاستوں کے ساتھ کیا گیا......اس وقت ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے آپ سے یہ سوال کرے کہ ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔''

مسلمان تاجروں کی خود فریبی:

مولانا ابوالکلام آزاد آگے کہتے ہیں: ''اصل معاملہ یقینی طور پر مذہب کا نہیں بلکہ معاشی ترقی کا ہے۔ مسلم کاروباری قیادت کو اپنی صلاحیت اور ہمت پر شکوک وشبہات ہیں۔ مسلمان کاروباری حضرات کو سرکاری سرپرستی اور مہربانیوں کی اتنی عادت پڑ چکی ہے کہ وہ نئی آزادی اور خودمختاری سے خوفزدہ ہیں۔ وہ قومی نظریے کی آڑ میں اپنے خوف کو چھپاتے

ہیں اور ایسی مسلمان ریاست چاہتے ہیں جہاں وہ بغیر کسی مقابلے معیشت پر اپنی اجارہ داری قائم کرسکیں...... یہ دیکھنا انتہائی دلچسپ ہوگا کہ وہ کب تک اس فریب کاری کو زندہ رکھ سکتے ہیں''

محترم قارئین! پاکستان کی موجود سیاسی اور عسکری قائدین کو مولانا ابوالکلام آزادؒ کے اس پیش گوئی کو غلط ثابت کرنا ہوگا لیکن ابھی تک یہ غلط ثابت نہیں ہورہی......

پاکستان کو درپیش سنگین مسائل (قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید)

اسی انٹرویو میں مولانا آزاد فرماتے ہیں: ''میں سمجھتا ہوں کہ اپنے قیام سے ہی پاکستان کو بہت سنگین مسائل کا سامنا رہے گا......جن میں شامل ہیں۔

۱: کئی مسلم ممالک کی طرح پاکستان کی نااہل سیاسی قیادت فوجی آمروں کی راہ ہموار کرے گی

۲: پاکستان پر بیرونی قرضوں کا بھاری بوجھ ہوگا

۳: پاکستان کا پڑوسیوں سے دوستانہ تعلقات کا فقدان اور جنگ کے امکانات ہوں گے

۴: پاکستان میں داخلی شورش اور علاقائی تنازعات ہوں گے۔

۵: پاکستان کے صنعت کاروں اور نودولتیوں کے ہاتھوں قومی دولت کی لوٹ مار ہوگی۔

۶: پاکستان کے نودولتیوں کے استحصال کے نتیجے میں طبقاتی جنگ کا تصور پیدا ہوگا۔

۷: پاکستان میں نوجوانوں کی مذہب سے دوری اور عدم اطمینان اور نظریہ پاکستان کا خاتمہ ہوجائے گا۔

۸: پاکستان پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے عالمی قوتوں کی سازش بڑھیں گی۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے مزید فرمایا: ''اس صورتحال میں پاکستان کا استحکام دباؤ کا شکار رہے گا۔اور مسلم ممالک اسے کسی بھی طرح کا تعاون فراہم کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں گے۔
شرائط کے بغیر دیگر ذرائع سے بھی مدد نہیں آئے گی اور پاکستان نظریاتی اور سرحدی سمجھوتوں پر مجبور ہوجائے گا''

محترم حاضرین! پاکستان کا یہ انجام اپریل ۱۹۴۶ء میں مولانا ابوالکلام آزاد نے بیان کیا تھا۔عمومی طور پر ان کے خیالات کو مسترد کردیا گیا تھا۔

پاکستان بنانے والوں کی جانب سے...... پاکستان کی تحریک چلانے والوں لوگوں کی جانب سے ان کروڑوں مسلمانوں کی جانب سے جو پاکستان کی تحریک چلارہے تھے۔اور مسلمانوں کے لئے ایک نیا خطہ تجویز کررہے تھے۔ظاہر ہے ان کے ذہن میں یہ نہیں ہوگا کہ آگے چل کر اس ملک کی قیادت چاہے وہ سیاسی ہو یا فوجی ہو وہ ملک کو اسی انجام کی طرف سے جائے گی جس کی پیش گوئی مولانا ابوالکلام آزاد نے کی تھی۔

مولانا آزاد کی تاریخی تقریر:

مولانا ابوالکلام آزاد نے تقسیم ہند اور پاکستان کے متعلق جو کچھ بیان فرمایا تھا اس کا تھوڑا سا خاکہ پیش کیا گیا۔ مولانا آزاد کا مکمل اصرار تھا کہ تقسیم ہند مسلمانوں اور مسلمان قوتوں کے لئے ہرگز درست نہیں ہے' اسی حوالے سے انہوں نے مختلف مواقع پر تقاریر کئے ان میں سے ایک تاریخی تقریر میں انہوں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ دراصل تقسیم ہند سے مسلمانوں کی تقسیم ہوجائے گی اور اس سے سراسر مسلمانوں کو نقصان ہوگا۔ لہٰذا مولانا ابوالکلام آزاد کے افکار کو خود انہی کی زبان میں ملاحظہ کیجئے۔

تقسیم کے بعد مسلمانوں کی ساری صلاحیتیں تقسیم ہوکر ضائع ہوجائیں گی:

''اس سرزمین کو پاک اور ناپاک کے درمیان تقسیم کرنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ دوسری یہ کہ پاکستان کی یہ سکیم ایک طرف سے مسلمانوں کے لئے شکست کی علامت ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد دس کروڑ کے اندر ہے اور وہ اپنی زبردست تعداد کے ساتھ ایسی مذہبی و رمعاشرتی صفات کے حامل ہیں کہ ہندوستان کی قومی اور وطنی زندگی اور پالیسیوں اور نظم ونسق کے تمام معاملات پر فیصلہ کن اثر ڈالنے کی طاقت رکھتے ہیں' پاکستان کی سکیم کے ذریعے ان کی ساری قوتیں' صلاحیتیں تقسیم ہوکر ضائع ہوجائے گی۔

مولانا آزادؒ کے متعلق قائداعظم کا موقف:

محترم حاضرین! ظاہر ہے تقسیم سے قبل یہ کانگریس پارٹی کا نظریہ ہے ضروری نہیں کہ ہم مذہبی اور قومی جذبے سے سرشار ہوکر ان نظریات کو جب ہم نے تسلیم نہیں کیا اور ضروری نہیں کہ آج بھی تسلیم کرے لیکن یہ ایک Point of View ضرور ہے جو کہ ہم نے تاریخ کے اوراق سے لے کر آج کے دن کی مناسبت سے پیش کیا' مولانا آزاد یہ بھی کہتے رہے کہ تقسیم کے بعد پاکستان میں مغرب کا تسلط قائم ہوگا...... یہ بات بھی غلط ثابت نہیں ہورہی......ملاحظہ کیجئے۔

تقسیم کا نظریہ برطانیہ کے مفاد میں تھا:

مولانا آزاد فرماتے ہیں: '' میرے بھائیوں میں اس واقعے کا آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کے وائسرائے مقرر ہوکر آئے' اس نے سردار پٹیل' جواہر لال نہرو' گاندھی' اور دیگر کانگریس رہنماؤں کو تقسیم کا نظریہ قبول کرنے پر آمادہ کیا۔ بالآخر تین جون 1947ء کو دو ریاستوں کو تقسیم کرنے کی تجویز کا اعلان کردیا گیا۔

میرے بھائیو! دراصل یہ اعلان نہ تو ہندوستان کے مفاد میں تھا اور نہ مسلمانوں کے مفاد میں...... اس سے صرف برطانوی مفاد کی حفاظت مقصود تھی۔ اس لئے کہ ہندوستان کی تقسیم اور مسلمان اکثریت کی صوبوں کی الگ ریاست قائم کرنے سے برطانیہ کو برصغیر میں اپنے پاؤں ٹھکانے کا موقع حاصل ہوجاتا تھا' وہ ایک ایسی ریاست جس میں مسلم لیگ کے نامزد برطانیہ کے پسندیدہ افراد برسراقتدار آجائیں گے...... مستقل طور پر برطانیہ کے زیر اثر رکھی جاسکتی تھی......

اوراس کا اثر بھی ہندوستان کے رویے پر لازمی ہوگا۔ ہندوستان جب دیکھے گا کہ پاکستان میں انگریزوں کا اثر ہے تو وہ اپنے یہاں بھی انگریزوں کے مفاد کالحاظ رکھے گا۔

تقسیم ہنداور قتل وغارتگری:

آخرکار 14 اگست کو ہندوستان تقسیم کرلیا گیا۔ پاکستان اور ہندوستان کی دو آزاد ریاستیں وجود میں آ گئی۔ جو یکساں طور پر برطانوی ممبر بننے پر راضی ہوگئی اور پھر وہ بدترین خدشات صحیح ثابت ہونے لگی۔ ایک فرقہ دوسرے فرقے کا بدترین دشمن بن کر قتل عام غارت گری اور لوٹ مار پر اتر آیا۔ خون کی ندیوں کے ساتھ دونوں ملکوں سرحدیں کھینچ جانی لگی۔ اور افسوس یہ مسلمان تقسیم در تقسیم ہو کر رہ گئے۔

قارئین کرام! انگریز کی یہ سازش تھی یا نہیں لیکن بہر حال ہوا وہی انجام جس کی طرف مولانا ابوالکلام آزادؒ اشارہ کررہے تھے کہ ایک تو پاکستان میں مغرب کا تسلط قائم ہوگا پھر اس کے مقابلے میں بھارت میں بھی مغرب کا تسلط ہوگا۔ اور ایک دوسرے کو مغرب ہی آپس میں لڑائے گا۔

انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ پاکستان بننے کے بعد پاکستان میں مسلمانوں کی قوت تقسیم ہو جائے گی جس کی وجہ سے مغرب کا ایسا تسلط قائم ہوگا، جس سے چھٹکارا ممکن نہیں ہوگا۔ دراصل بانیان پاکستان کے مستقبل کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا تھا۔ اسلئے مولانا آزاد اپنی انٹرویوز اور تقاریر میں مسلسل یہ کہتے رہے تھے کہ جب قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی اور سیاسی شعور والی قیادت نہیں ہوگی لہٰذا یہ ملک مغربی تسلط کی طرف دھکیل دی جائے گی اسی لئے مولانا ابوالکلام آزاد کا کہنا تھا۔

مسلم لیگ برطانوی حکومت کا پروردہ:

''اگرچہ ہندوستان نے آزادی حاصل کرلی، لیکن دونوں کے درمیان اتحاد باقی نہیں رہا ہے۔ پاکستان کے نام سے جو نئی ریاست وجود میں آئی ہے۔ جس میں برطانیہ کے پسندیدہ افراد کا برسر اقتداء طبقہ وہ ہے جو کہ برطانوی حکومت کا پروردہ رہا ہے۔ اس کے طرز عمل میں خدمت خلق اور قربانی کا کوئی شائبہ نہیں رہا ہے......اور صرف اپنی ذاتی مفاد کے لئے مسلم لیگ کے کاموں میں شریک ہو اور پاکستان کی قیام کا صرف ایک ہی نتیجہ نکلا ہے کہ برصغیر میں مسلمانوں کی پوزیشن کمزور ہو جائے۔

نوٹ: پروگرام میں اگرچہ پاکستان کے دیگر مسائل خصوصاً قتل وغارت گری، لوٹ کھسوٹ، کرپشن وغیرہ پر بھی روشنی ڈالی گئی، اسی طرح پاکستان کے قومی ہیروز کے نام سے بھی ایک سلسلہ پیش کیا گیا، لیکن اہم ترین حصہ وہی ہے جو ہم نے مذکورہ سطور میں بیان کیا۔

جناب اشتیاق احمد ظلی

ترکی رہنما نجم الدین اربکانؒ کی شخصیت وخدمات

ترکی میں تحریک احیاء اسلام کے بانی' داعی اور نقیب پروفیسر نجم الدین اربکان (Necmettin Erbakan) نے ۲۷ رفروری کو ۸۵سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ انکی پیدائش (۲۹ اکتوبر ۱۹۲۶ء) سے دوسال پہلے ترکی میں عثمانی خلافت کا خاتمہ کیا جاچکا تھا' چنانچہ انہوں نے ایک عہد کو دم توڑتے ہوئے دیکھا۔ اللہ نے انہیں ایک نئے دور کے معمار ہونے کی سعادت بخشی' انہوں نے اس مذہب بیزار نظریہ حکومت کو چیلنج کرنے کا حوصلہ کیا اور اپنی آنکھوں سے اس جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہوئے دیکھ لیا' وہ صحیح معنوں میں ایک عہد ساز شخصیت کے مالک تھے' اگران کے فکری ارتقاء کا تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ اپنے عظیم ورثہ سے محرومی کے شدید احساس اوراس کی بازیافت کی تڑپ نے ان کی شخصیت کی تعمیر وتشکیل میں اہم کردار ادا کیا تھا اور وہ اس ماضی کی روشن روایتوں کے امین تھے۔ جس کے آخری نشانات کو بھی ترکوں کے ذہن ودماغ سے کھرچ پھینکنے کی ہرممکن کوشش کی گئی' چنانچہ جب انکے انتقال پر ترکی کے مشہور روزنامہ' حریت' کے تجزیہ نگار نے ان کو عثمانی شرافت کا مجسمہ قرار دیا تو وہ غالباً ان کی شخصیت کے اسی پہلو کی طرف اشارہ کررہا تھا۔

پروفیسر نجم الدین اربکان نے نئے ماحول اور نئے تقاضوں کے تحت تعلیم حاصل کی لیکن اسلام سے وابستگی جو ابتدائی تربیت کی دین تھی اس طرح ان کی شخصیت میں رچ بس گئی تھی کہ کوئی اور رنگ اس رنگ پر غالب نہ آسکا' وہ ایک کامیاب انجینئر اور سائنسداں' ماہر تعلیم اور اعلیٰ درجہ کے سیاست داں تھے' انہوں نے استنبول ٹیکنیکل یونیورسٹی (ITU) سے ۱۹۴۸ء میں ماسٹرس کی ڈگری حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کیلئے جرمنی گئے اور وہاں آخن یونیورسٹی Aachen University سے انہیں پی ایچ ڈی تفویض ہوئی' انہوں نے کچھ دنوں جرمنی کی وزارت دفاع میں بھی کام کیا۔ وہ اس ٹیم میں چیف انجینئر کی حیثیت سے کام کررہے تھے' جس نے جرمنی کا مشہور ٹینک لیوپارڈ (Leopard) ڈیزائن کیا تھا۔ جرمنی سے واپسی کے بعد وہ بعض صنعتی اداروں سے وابستہ رہے' کئی مصنوعات کی ایجاد کا سہرا بھی ان کے سر ہے' انہوں نے اس دوران چیمبرس آف کامرس کے صدر کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ تدریسی کیریر کا آغاز انہوں نے استنبول ٹیکنیکل یونیورسٹی سے کیا جہاں ان کو ۱۹۶۵ء میں پروفیسر مقرر کیا گیا۔ ترکی کی سائنسی اور صنعتی ترقی میں' جس پر جدید ترکی کی معاشی خوشحالی کا دارومدار ہے' ان کا کردار بہت اہم رہا ہے' لیکن ان کا اصل کارنامہ ترکی میں احیاء اسلام کے لئے ان کی ناقابل فراموش خدمات ہیں۔ مصطفیٰ کمال پاشا اور ان کے جانشینوں نے ترکی میں جس سیکولر معاشرہ کی

تعمیر و تشکیل کی تھی اس کا خمیر مذہب بیزاری اور اسلام دشمنی سے اٹھایا گیا تھا' اس میں اسلام سے وابستگی کا اعتراف و اظہار جرم کی حیثیت رکھتا تھا' ایسے ماحول میں اسلام کی احیاء کی بات کرنا اور اس کے لئے جدوجہد کرنا آسان نہیں تھا۔ اسی ناممکن کو ممکن بنانے کی جدوجہد سے ان کی زندگی عبارت تھی' عالم اسلام میں آج ترکی کو ایک قائدانہ مقام حاصل ہے' عالم عرب کی موجودہ صورتحال کے تناظر میں ترکی کا نام ایک ماڈل کی حیثیت سے لیا جا رہا ہے' اس مقام و مرتبہ تک پہنچنے میں ترکی سب سے زیادہ اسی بطل جلیل کا مرہون منت ہے۔

تعلیم و تدریس اور سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں اپنی مصروفیات اور اکتسابات کے باوجود وہ ملک میں پائی جانے والی صورتحال اور اس کی اصلاح کی ناگزیر ضرورت سے غافل نہیں رہے' طویل غور فکر کے بعد انہوں نے احیاء اسلام کے مقصد سے ایک لائحہ عمل تیار کیا اور اپنی پوری زندگی اس کو عملی جامہ پہنانے میں گزار دی' اس سلسلہ میں عملی اقدام کا آغاز انہوں نے ۱۹۶۹ء سے کیا۔ اسی سال انہوں نے ایک آزاد امیدوار کی حیثیت سے پارلیمنٹ کے الیکشن میں حصہ لیا اور رکن پارلیمان منتخب ہوئے۔ اسی سال انہوں نے ملیگو رُدس (Milli Gorus) یا ملی نقطہ نظر کے نام سے وہ منشور شائع کیا' جس نے نہ صرف ملک کے اندر بلکہ ملک سے باہر آباد ترکوں کے ذہن و دماغ پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ ملی گورس نے دراصل ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی تھی اور ملک سے باہر خاص طور پر جرمنی میں آباد ترک باشندے آج بھی بڑی تعداد میں اس سے وابستہ ہیں' اس تحریک کے ذریعہ کئی ایسے ادارے وجود میں آئے جو خدمت خلق کے میدان میں قابل قدر خدمات انجام دیتے رہے ہیں' لیکن اس تحریک کے ذریعہ پروفیسر اربکان جو بنیادی مقصد حاصل کرنا چاہتے وہ یہ تھا کہ ترکی کی سیاسی زندگی میں اسلام کیلئے جگہ پیدا کی جائے۔ اس میں قوم اور ثقافت کے الفاظ دراصل اسلام کیلئے استعمال کئے گئے تھے' اس کی وجہ یہ تھی کہ ترکی کی سیاست میں اسلام کا استعمال غیر قانونی تھا' اس میں اخلاقی تعلیم کے ساتھ ساتھ صنعتی اور معاشی ترقی پر بہت زور دیا گیا تھا' ترکی میں اسلام کے خلاف جو کچھ ہوا تھا وہ مغربی افکار اور نظریات کے زیر اثر ہوا تھا۔ اس لئے فطری طور پر اس میں مغرب مخالف جذبات کا پرتو نمایاں تھا۔ ترکی میں اسلامی سیاسی پارٹی کا قیام پروفیسر اربکان کی اولیات میں شامل ہے۔ انہوں نے نصف صدی پر محیط اپنی سیاسی زندگی میں متعدد پارٹیاں بنائیں۔ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے ملی نظام پارٹی کے نام سے اپنی پہلی سیاسی پارٹی بنائی اس کے بعد ملی سلامت پارٹی' رفاہ پارٹی اور آخر میں سعادت پارٹی بنائی۔ سعادت پارٹی کے علاوہ باقی تمام پارٹیاں مختلف اوقات میں ممنوع قرار پاتی رہیں' کئی باران کے اوپر سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینا پر پابندی لگائی گئی۔ ۱۹۹۶ء میں رفاہ پارٹی پارلیمنٹ میں سب سے بڑی پارٹی کی شکل میں منتخب ہوئی اور پروفیسر نجم الدین اربکان وزیراعظم مقرر ہوئے اور اس طرح انہوں نے ایک نئی تاریخ رقم کی' لیکن ان کی اسلامیت فوج کیلئے ناقابل برداشت قرار پائی اور محض ایک سال بعد انہیں اپنے عہدے سے دست بردار ہونا پڑا۔ ان کی پارٹی ممنوع قرار پائی اور ان کے سیاست میں حصہ لینے پر پابندی عائد کر دی گئی' اپنی مختصر حکومت کے دوران انہوں نے اپنے نظریات (بقیہ ص ۵۴ پر)

جناب نیاز سواتی
لیکچرار ڈی ایچ اے ڈگری کالج، کراچی

زوالِ امت میں ٹیکنالوجی کا کردار

کیا امت کا زوال سائنس و ٹیکنالوجی میں پس ماندگی کی وجہ سے ہے؟

سائنس و ٹیکنالوجی کو عام طور پر ایک ہی سمجھا جاتا ہے مگر ان دونوں کے درمیان فرق ہے۔ سائنس تو معلومات کو منطق اور تجربے پر پرکھ کر متعین قوانین کی دریافت کا نام ہے۔ اس کے مقابلے میں ٹیکنالوجی، معلوم شدہ سائنسی قوانین کا اطلاق کرکے ایسی اشیاء کی تیاری کا طریقہ کار ہے جن کی مارکیٹنگ ممکن ہو اور ان اشیاء کی تیاری پر آنے والی لاگت اس کی قیمت فروخت سے کم ہو۔ اگر کسی ٹیکنالوجی کے ذریعے تیار کی جانے والی اشیاء کی لاگت ان کی قیمت فروخت سے زیادہ ہو تو ایسی ٹیکنالوجی ترک کردی جائے گی۔ سائنس تو ایک علم کا نام ہے مگر موجودہ دور کی ٹیکنو سائنس کا گہرا تعلق سرمایہ داری کی ساتھ ہے۔ ٹیکنالوجی سرمایہ داری کی اقدار اپنے ساتھ لے کر آتی ہے۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ جن معاشروں میں سائنس اور ٹیکنالوجی کو عروج حاصل ہوا ان تمام معاشروں میں مذہبی، اخلاقی اور خاندانی اقدار زوال پذیر ہوگئیں۔ امریکی اور یورپی معاشرے اس کی واضح مثال ہیں اور اب چین بھی اسی راہ پر گامزن ہے۔

تاریخ کا سب سے بڑا چیلنج جو مغربی تہذیب نے پیش کیا وہ سائنس و ٹیکنالوجی کا تھا اور ہے۔ اس چیلنج کا جواب سرسید سے اب تک یہی دیا گیا ہے کہ مغرب نے اب تک کی تمام ترقی سائنس و ٹیکنالوجی کے طفیل کی ہے لہٰذا اگر امت مسلمہ کو بھی اگر ترقی کے راستے پر جانا ہے اور مغرب کا مقابلہ کرنا ہے تو ہمیں بھی سائنس و ٹیکنالوجی کا وہی ہتھیار حاصل کرنا پڑے گا جو مغرب کے پاس ہے۔

اس کے مقابلے میں دوسرے مکتبہ فکر کا خیال ہے کہ تاریخ کا مطالعہ اس بات کو غلط ثابت کرتا ہے کہ سائنس و ٹیکنالوجی کی بدولت قومیں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی مثال مسلم افواج کے ہاتھوں ایران اور روم کی طاقتوں کی شکست ہے۔ ایران کی عظیم الشان سلطنت کے انہدام کے بعد روم کے دارلسلطنت قسطنطنیہ کی فتح نے اسباب، عسکری قوت اور ٹیکنالوجی کے بجائے ایمان کو برتر طاقت ثابت کردیا۔

بعد کے تاریخ میں تاتاریوں کے عباسی سلطنت پر حملے اور قبضے نے اس موقف کو استحکام بخشا۔ تاتاریوں نے جب عباسی

سلطنت پر حملہ کیا تو عباسی سلطنت دنیا کے تین براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی۔اس سلطنت میں علم کے عروج کا یہ عالم تھا اس کہ بیت الحکمت میں اٹھائیس زبانوں میں ترجمہ کرنے کا انتظام موجود تھا،خود دربار میں منطق،فلسفے اور انشاء پر بحثیں معمول کا حصہ تھیں۔گھوڑوں،تلواروں اور لشکر میں عباسی سلطنت کا کوئی ثانی نہ تھا۔مگر صحرائے گوبی کے وحشی تاتاریوں نے آناً فاناً عباسی سلطنت کو الٹ کرر کھ دیا۔اس زمانے کی سائنس میں عباسیوں کا عروج اور عظیم الشان مملکت کی شان وشوکت انہیں تاتاریوں کے ہاتھوں شکست سے نہ بچاسکی۔تاریخ نے بتایا کہ کم تر وسائل اور سائنس سے بے گانگی تاتاریوں کے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکی اور نہ ہی عباسیوں کی علمی برتری انہیں شکست سے محفوظ رکھ سکی۔

دوسری طرف یہ ہوا کہ عالم اسلام نے عباسی سلطنت کی شکل میں اپنا ملک کھودیا مگر تاریخ نے یہ بھی بتایا کہ عالم اسلام نے دوبارہ تاتاریوں پر غلبہ حاصل کر کے اپنی شکست کو فتح میں تبدیل کردیا،مگر سب کچھ سائنس کی بدولت نہ ہوا بلکہ ہوا یہ کہ تاتاریوں نے بلاشبہ جنگ کے ذریعے مسلمانوں کے مغلوب کرلیا مگر اسلام کے آفاقی پیغام سے شکست کھا گئے اور تاتاریوں کی بہت بڑی اکثریت نے اسلام قبول کرلیا۔بقول اقبال: ع کعبے کو مل گئے پاسباں صنم خانے سے

اقبال کہتے ہیں: ع حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے جوانان تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے

اب تاتاریوں کی عسکری قوت اسلام کی طاقت میں ڈھل گئی اور اسلام نے اپنی عسکری شکست کو محض اپنے ابدی پیغام کی قوت سے فتح میں بدل کر دوبارہ عروج حاصل کرلیا۔موجودہ دور کا منظر نامہ دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قوموں کی فتح وشکست کبھی سائنس وٹیکنالوجی کی مرہون منت نہیں رہی۔ویت نام اور امریکہ کی جنگ میں امریکہ کی تمام تر عسکری قوت اور ٹیکنالوجی کی برتری اسے شکست سے نہ بچاسکی۔اس سے قبل افغانستان پر حملہ کرنے والی برطانیہ کی چالیس ہزار افواج میں سے صرف ایک ڈاکٹر جان بچا کر واپس آسکا۔مگر کہا جاتا ہے انسان نے تاریخ سے یہی سبق سیکھا ہے کہ اس نے تاریخ سے کوئی سبق نہیں سیکھا لہٰذا روس بھی اسی افغانستان پر حملہ آور ہوا مگر افغان جنگ نے روسی معیشت کا جنازہ نکال دیا۔یہاں تک کہ اس وقت کے روسی صدر برزنیف نے افغانستان کو روس کے لیے ایک رستا ہوا ناسور قرار دے کر اس جنگ سے پسپائی اختیار کرلی۔ایک بار پھر ٹیکنالوجی ہار گئی اور ایمان کو فتح حاصل ہوئی۔

سائنسی وسماجی علوم کی برتری کے باوجود مسلمانوں کی شکست کا ایک ثبوت مسلم ہسپانیہ کا سقوط ہے جس کا دردناک مرثیہ اقبال نے لکھا۔آج بھی سائنس وٹیکنالوجی کو عروج وزوال کا واحد سبب سمجھنے والے اندلس میں مسلمانوں کی سائنسی برتری کا بہت چرچا کرتے ہیں مگر مسلم اسپین کا انجام کا ذکر کرتے ہوئے انہیں سانپ سونگھ جاتا ہے۔یہ کوئی نہیں بتاتا کہ اسپین کے مسلمانوں کی برتری اور بلند وبالا عمارات انہیں نہ صرف یہ کہ شکست سے نہیں بچاسکیں بلکہ اسپین سے مسلمانوں کا وجود ہی صفحہ ہستی سے ہی مٹ گیا۔آج اسپین،وہ اسپین جسے اقبال نے خون مسلماں کا امیں قرار دیا اسی اسپین میں جامع مسجد،الحمراء کے محلات اور دیگر پرشکوہ عمارات تو باقی ہیں مگر مسلمان باقی نہیں ہیں۔اس کے

مقابلے میں مشرق وسطیٰ میں اسلام اور مسلمان اپنی سائنسی پس ماندگی کے باوجود زندہ وتوانا رہے۔ اسلام کے ابدی پیغام کی قوت کے بدولت آج حضرت صالح اور ابراہیم علیہم السلام کی تعلیمات تو باقی ہیں مگر حیرت انگیز ٹیکنالوجی سے کام لے کر پہاڑوں میں گھر اور اہرام مصر بنانے والوں کا تذکرہ بھی باقی نہ بچا اور اگر کہیں ان کا ذکر ہوتا ہے تو عبرت کی خاطر۔ فاعتبرو یا اولی الابصار

تاریخ کے واضح پیغام کو نظر انداز کرتے ہوئے دنیا کی واحد سپر پاور امریکہ نے اپنی سائنس وٹیکنالوجی، دولت اور عسکری طاقت کے زعم میں روس افغان جنگ سے چور چور افغانستان پر حملہ کردیا۔ اس جنگ میں افغانستان کے پڑوسی ملک پاکستان نے امریکہ کی ایک دھمکی کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے امریکہ کا بھرپور ساتھ دیا۔ اس جنگ کے تناظر میں دیکھا جائے تو پاکستان دنیا کی بہترین افواج، قدرتی وسائل، بڑی آبادی اور ایٹمی ٹیکنالوجی کے باوجود محض ایک دھمکی میں ڈھیر ہوگیا مگر بغیر کسی باقاعدہ فوج، بڑی آبادی اور ایٹمی ٹیکنالوجی کے افغان مجاہدین نے امریکہ کو دس سال سے ایک ایسی جنگ میں مصروف رکھا ہوا ہے جس نے امریکی فوج پر اس کی ٹیکنالوجیکل برتری کے باوجود تھکن طاری کردی ہے۔

آج نمایاں ترین مغربی جریدیوں اور اخبارات کا کہنا ہے کہ ٹیکنالوجی سے مسلح امریکی فوج کے افسر اور جوانوں نے افغانستان میں خودکشی کے نئے ریکارڈ قائم کردیے ہیں۔ اعداد وشمار بتا رہے ہے کہ خودکشی کرنے والے امریکی فوجی میدان جنگ میں مرنے والے فوجیوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہیں اور ان سے زیادہ تعداد ان سپاہیوں اور افسروں کی ہے جو نفسیاتی امراض کا شکار ہوکر ناکارہ ہورہے ہیں۔ اس کے مقابلے میں افغان مجاہدین کا مورال اس قدر بلند ہے کہ وہ نیٹو فورسز کے کابل میں قائم کردہ محفوظ ترین گرین زون میں بھی کامیاب حملے کررہے ہیں اور اپنی فتح کے بارے پر امید ہیں۔

اس سلسلے میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا ٹیکنالوجی واقعی کوئی عروج زوال اور انسانی مسائل کے لیے فائدہ مند ہے؟ نسل انسانی نے اپنے آغاز سے آج تک جس ادارے کے سبب اپنا وجود قائم رکھا ہے وہ خاندان کا ادارہ ہے۔ ٹیکنالوجی کی تاریخ بتاتی ہے کہ جہاں جہاں سائنس وٹیکنالوجی کو عروج حاصل ہوا ہے وہاں خاندان کے ادارے کو نقصان پہنچا ہے۔ خاندان سے وابستہ دیگر معاشرتی ومذہبی اقدار بھی ٹیکنالوجی کے حامل معاشروں میں زوال کا شکار ہوگئیں۔ جرائم، خودکشی کے حوالے سے پہلے مغربی ممالک آگے آگے تھے اب اعداد وشمار بتا رہے ہیں کہ چین خودکشی کی شرح میں سب سے آگے جارہا ہے کیوں کہ سائنس وٹیکنالوجی میں چین کی ترقی کی شرح دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ روزنامہ ٹائمز کا تجزیہ ہے خودکشی میں اضافے کا براہ راست تعلق ٹیکنالوجی میں ترقی سے ہے۔ آج دنیا میں جرائم، خودکشی اور خاندان کے زوال کا سب سے زیادہ شکار وہی ممالک ہیں جو ٹیکنالوجی کی دوڑ میں سب سے آگے ہیں۔

ٹیکنالوجی کی ترقی کے نتیجے میں انسانی صحت اور ماحول کا پہنچنے والا ناقابل تلافی نقصان اس معاملے کا

دردناک پہلو ہے جو ٹیکنالوجی کی حامل قوموں کی سنگ دلی اور دریدہ ذہنی کا شاہکار ہے۔ 2009 کوپن ہیگن میں ہونے والی عالمی ماحولیاتی کانفرنس میں ماہرین نے مسئلہ اٹھایا کہ ٹیکنالوجیکل گروتھ اور اس کے پیدا کردہ کچرے کی وجہ سے دنیا کا درجہ حرارت بڑھ رہا ہے۔ اس صورت حال میں دنیا اگلے پچاس سال کے دوران رہنے کے قابل نہیں رہے گی لہٰذا تمام ریاستوں کے مل کر دنیا کے مجموعی درجہ حرارت کو کم از کم چار ڈگری سینٹی گریڈ کم کرنا پڑے گا۔ اس طرح انسانیت کو سکون کے پچاس سال مل جائیں گے جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دیرپا ترقی (Development Sustainable) کے متبادل طریقے وضع کیے جاسکیں گے۔ کانفرنس کی اس دستاویز پر عالمی درجہ حرارت کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والے امریکہ، چین، روس، بھارت اور یورپی ممالک کسی نے دستخط نہیں کیے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کا درجہ حرارت کم کرنے کا مطلب ٹیکنالوجیکل ڈیویلپمنٹ کا عمل سست کرنا ہے جس کے لیے ہم تیار نہیں کیوں کہ اس کے نتیجے میں ہمارا جو نقصان ہوگا اس کا کون ذمہ دار ہوگا۔ اس کانفرنس میں کہا گیا کہ چین اور بھارت کی ٹیکنالوجی، یورپی ٹیکنالوجی کے مقابلے میں ردی (Obsoleted Technology) ہے جو بہت زیادہ آلودگی پیدا کرتی ہے لہٰذا یہ دونوں ممالک اپنے ٹیکنالوجیکل ترقی کو سست کریں مگر ان دونوں ممالک نے کہا کہ ہم اس ٹیکنالوجی پر کئی بلین ڈالرز خرچ کر چکے ہیں وہ ہمیں دے دیے جائیں۔ مغربی ممالک نے اس ادائیگی سے انکار کر دیا۔ بلآخر اس کانفرنس میں شریک تمام ترقی یافتہ یورپی اور تیزی سے ترقی پذیر ممالک چین اور بھارت نے بزبان حال اور بزبان قال بھی کہا کہ دنیا جائے بھاڑ میں ہمیں اس سے کیا سروکار؟ اس کانفرنس کی صدارت کرنے والی خاتون اس کانفرنس کی قرارداد کا مسودہ پھاڑ دیا اور یہ کہہ کر چلی گئی کہ ان ممالک نے صنعتی ترقی کو انسانیت کے مستقبل پر ترجیح دے دی ہے لہٰذا اس دنیا کا اللہ ہی حافظ ہے۔ یہ حیرت انگیز بات اس خاتون سے قبل جرمنی کے مشہور مفکر ہائیڈیگر نے اپنی کتاب (Questions Concerning Technology) میں کہی۔ ہائیڈیگر نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ ٹیکنالوجی کے عفریت اور اس کے پیدا کردہ مسائل سے دنیا کو کون بچائے گا تو ہائیڈیگر کا جواب تھا کہ ٹیکنالوجی کے عفریت سے دنیا کو صرف اللہ ہی بچا سکتا ہے حالانکہ وہ خود خدا کو نہیں مانتا تھا۔

ٹیکنالوجی کے ذریعے مغرب کو شکست دینے کے سلسلے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ مغرب تیسری دنیا کو جدید ٹیکنالوجی ٹرانسفر نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ متروک شدہ (Obsoleted) ٹیکنالوجی دیتا ہے۔ ایسی ٹیکنالوجی کو ہمارے ہاں اعلیٰ اور جدید تحقیق کے نچوڑ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت حال میں جب کہ امت نے مغرب سے مقابلے کی ٹھان لی ہو تو کیا مغرب خود جدید ترین ٹیکنالوجی طشتری میں رکھ کر پیش کرے گا کہ یہ لو مجھے اسی ٹیکنالوجی سے ختم کر دو، ظاہر ہے کہ ایسا ممکن نہیں۔ اس مسئلے کا دوسرا حل سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں تحقیق ہے مگر مغربی ممالک کو اس میدان میں پیچھے چھوڑنا ناممکن ہے۔ مغربی ممالک کو ان کی ملٹی نیشنل کمپنیاں اربوں روپے کی سرمایہ کاری اس مد میں کر رہی

ہیں۔سائنسی تحقیق کے جس میدان میں ہم ابتدائی پیش رفت کررہے ہیں مغربی ممالک اس میں کئی دہائیاں بلکہ نصف صدی آگے ہیں۔اس کی مثال ہمارا ایٹمی پروگرام ہے۔کہا جاتا ہے کہ اس پروگرام نے پاک بھارت جنگ کو روک رکھا ہے اور یہ پروگرام پاکستان کے تحفظ کی ضمانت ہے ورنہ بھارت پاکستان کو ہضم کر چکا ہوتا۔اس کے مقابلے میں ایک سوال یہ ہے کہ اس پروگرام کے آغاز سے قبل پاکستان کا تحفظ کون کررہا تھا؟اس پر مستزاد پاکستان کے موجودہ حالات ہیں۔ایبٹ آباد کے واقعے نے ہماری ایٹمی تنصیبات کے تحفظ کے بارے میں کئی سوالات کو جنم دیا ہے۔بجائے اس کے کہ ایٹمی پروگرام ملک کا تحفظ کرے پوری قوم ایٹمی اثاثوں کے تحفظ کے لیے فکرمند ہے۔

ٹیکنالوجی کی بحث میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ ٹیکنالوجی جن مسائل کا سبب ہے ان میں ایک بے حسی بھی ہے جو براہ راست ٹیکنالوجی کے استعمال سے وابستہ ہے۔اس کی مثال یہ ہے کہ ماضی میں انسان جنگوں میں تلوار اور تیر وتفنگ کے ذریعے ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھا۔ان جنگوں میں تلوار استعمال کرنے والا اپنی بہیمیت کے نتائج کا خود مشاہدہ بھی کرتا تھا اور ان سے متاثر بھی ہوتا تھا۔ان قدیم جنگوں میں جب تاتاریوں جیسے سفاک حملہ آوروں کی تلواریں بغداد کے ان بے بس مسلمان بچوں،عورتوں اور بزرگوں پر پڑیں جنہوں نے اپنے آخری وقت میں کلمہ طیبہ کو یاد رکھا تو تاتاریوں کو کلمہ طیبہ کے پیغام کی طاقت اور اور خود اپنی طاقت کی کمزوری کا احساس ہوا۔اسی احساس نے تاتاریوں کے کیمپ میں ایمان کی شمع روشن کی ورنہ بغداد کی عسکری وعلمی طاقت تو ہزیمت سے دوچار ہو چکی تھی۔اگر تاتاری اسلام کے ابدی پیغام سے متاثر نہ ہوجاتے تو اس وقت دنیا کی کون سی طاقت تھی جو انہیں دشمن اسلام سے مجاہد اسلام میں تبدیل کرسکتی۔

ٹیکنالوجی کا استعمال انسانوں کو اپنے عمل کے نتائج اور مضمرات سے غیر متعلق (Detach) کردیتا ہے۔ ایٹمی ٹیکنالوجی استعمال کرکے امریکہ نے ہیروشیما اور ناگاساکی میں بڑے پیمانے پر تباہی مچادی اور لاکھوں انسانوں کو ہلاک کرنے کے علاوہ بے شمار افراد کو اپاہج بنادیا۔مگر امریکہ کی حکومت اور وہاں کے عوام اس انسانی المیہ سے غیر متعلق رہے کیوں کہ ٹیکنالوجی کے استعمال کے نتیجے میں کسی زخمی اور متوفی جاپانی کے خون کے چھینٹے ان کے ہاتھوں پر نہیں پڑے اور نہ اس المیے کا انہوں نے اس جنگ میں مشاہدہ کیا۔ایک امریکی ہوائی جہاز نے جاکر یہ تباہی کردی اور بس مگر آج تک ہیروشیما اور ناگاساکی کے اپاہج پیدا ہونے والی جاپانی نسل اس حملے کے نتائج بھگت رہی ہے۔روایتی اور جدید ٹیکنالوجی میں فرق یہ ہے کہ تلوار سے ہونے والی جنگ انسان کو زندگی اور اس کے حقائق سے جوڑ کر (Attach) کرکے رکھتی تھی اور اس کے برعکس جدید ٹیکنالوجی زندگی کے تلخ حقائق سے انسان کو کاٹ دیتی ہے۔فرض کریں کہ پنٹاگون میں بیٹھے ہوئے امریکی افسروں کو معلوم ہو کہ کراچی کے ایک ادارے میں بیٹھ کر کچھ لکھاری امریکہ کے خلاف لکھ اور بول رہے ہیں جس کے نتیجے میں امریکی دفاعی مفادات کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے تو وہ امریکی افسر

ایک ٹھنڈے کمرے میں بیٹھ کر بڑے اطمینان سے امریکی بحری بیڑے کو ہماری عمارت پر میزائل داغنے کا حکم دے کر مزے سے آئس کریم کھاتے ہوئے میزائل حملے کے نتائج دیکھ سکتا ہے اس کے مقابلے میں قدیم طریقے سے دوبدو لڑنے والا فوجی ہوسکتا ہے کہ بے گناہ بچوں اور بزرگوں کی خون میں لت پت لاشوں کے منظر کی تاب نہ لا سکے اور ہوسکتا ہے اپنے ہتھیار سے خود اپنے آپ کو ہی قتل کردے یا اپنے عقیدے پر موت تک استقامت کا مظاہرہ کرنے والے اہل ایمان سے متاثر ہوکر اسلام قبول کر لے۔ آج عالمی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والے زبردست پراپیگنڈے اور مہم کے باوجود اسلام انتہائی تیزی سے انہی ممالک میں پھیل رہا ہے جو سائنس وٹیکنالوجی کی دوڑ میں سب سے آگے ہیں۔ مغربی یورپ میں قبولیت اسلام کی بلند شرح اسلام کے ابدی پیغام کی قوت کی مظہر ہے ورنہ وہاں تو تمام تر ٹیکنالوجی اور میڈیا تو اسلام مخالف یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔

یہ امر تو واضح ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی تو عاد وثمود اور اہرام مصر سے لے کر آج تک ہر زمانے میں موجود رہی ہے مگر اس سلسلے میں یہ سوال بھی اہمیت کا حامل ہے کہ کیا قدیم وجدید ٹیکنالوجی کا مقصد اور طریقے کار یکساں ہیں؟ اس سوال کے جواب میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی تاریخ بتاتی ہے کہ قدیم دور میں سائنس کا مقصد تلاش حقیقت تھا اور ٹیکنالوجی کا مقصد انسانی ضروریات کی تکمیل رہا ہے مگر جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کا واحد مقصد سرمائے کا زیادہ سے زیادہ ارتکاز ہے۔ ایسی ہر ایک ایجاد جو سرمائے میں اضافے کا باعث نہ بن سکے فروغ نہیں پاسکتی۔

(بقیہ ص ۴۸ سے) کو عملی جامہ پہنانے کے میدان میں اہم اقدامات کئے۔ اسلام کی طرف واپسی کے علاوہ صنعتی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے کے مقصد سے دوررس اہمیت کے اقدامات کئے گئے۔ وہ یوروپین کامن مارکٹ کو ترکی کے تشخص کو ختم کرنے کے لئے عیسائی اور صہیونی منصوبہ کا حصہ سمجھتے تھے اس کے مقابلہ میں انہوں نے اہم اسلامی ممالک کا ایک بلاک D-8 کے نام سے قائم کیا' جس میں ترکی کے علاوہ ایران' ملیشیاء انڈونیشیا' مصر' بنگلہ دیش' پاکستان اور نائیجیریا شامل تھے' اپنے قدیم ورثہ کی بازیافت' اسلامی ممالک سے قریبی تعلقات کی استواری اور اسرائیل اور یورپ دشمنی انکی پالیسی کے بنیادی عناصر تھے' رفاہ پارٹی کے ممنوع ہونے کے بعد انکے کچھ ہم نواؤں نے جنہوں نے انہی کی تربیت اور رہنمائی میں سیاست کا سبق پڑھا تھا' موجودہ وزیراعظم رجب طیب اردگان کی قیادت میں جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی (AKP) بنائی' جناب اربکان اس کو صہیونی سازش کا حصہ قرار دیتے تھے' پروفیسر اربکان سے بعض بنیادی امور میں اختلاف کے باوجود گزشتہ چند برسوں میں طیب اردگان کی قیادت میں ترکی نے احیاء اسلام کے محاذ پر جو غیر معمولی پیش رفت کی ہے اس سے شاید یہ نتیجہ نکالنا نامناسب نہ ہو کہ یہ قدم ملک میں پائی جانے والی صورتحال کے تناظر میں اسلام کی خدمت کے مقصد سے اٹھایا گیا تھا' صدر عبداللہ گل اور وزیراعظم طیب اردگان دونوں پروفیسر اربکان کے تربیت یافتہ ہیں اور انہیں ہوجہ (Hoca) یعنی استاد کے نام سے یاد کرتے ہیں' وہ بلاشبہ اسلام کی شیدائی نئی ترک نسل کے استاد اور ترکی میں احیاء اسلام کے ہراول دستہ کے قائد تھے اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ (بشکریہ ''معارف'' انڈیا)

برکات درود شریف
کے حیرت انگیز واقعات

پر ایک اہم اور انمول کتاب

افادات: حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ
ودیگر اکابر حضرات

مرتب: محمد اسحاق ملتانی

قرآن وحدیث میں درود شریف کی فضیلت ۔ درود شریف کی تاثیر کے حیرت انگیز واقعات ۔
دینی ودنیاوی مصائب کے لئے چہل درود شریف ۔ درود شریف کے دینی ودنیاوی خیر وبرکات
روضہ رسول پر اکابر کی وجد آفریں حاضریاں ۔ زیارت نبوی سے مشرف ہونے والے خوش نصیب

ادارہ تالیفات اشرفیہ' چوک فوارہ ملتان پاکستان

مسواک (کیمائے سعادت)

مسواک کے فضائل ۔ مسواک کے مسائل اور مسواک کے فوائد پر مشتمل پہلی جامع اور ضخیم کتاب

ضخامت: تقریباً ۴۰۰ صفحات ۔ قیمت ۳۰۰ روپے

تالیف:
حضرت مولانا مفتی شیر عالم حقانی
استاد ومدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ناشر: موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ادارہ

افکار و تاثرات بنام مدیر

مجموعہ مکاتیب مشاہیر ۔۔۔ قدر شناسوں کی نظر میں

حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب
مدیر ماہنامہ "وفاق المدارس" و ماہنامہ "حیاۃ ڈائجسٹ"

حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب کے "الحق" و "مشاہیر" پر تاثرات

استاذ العلماء حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا نام گرامی محتاج تعارف نہیں، وہ ایک ہمہ پہلو شخصیت ہیں اور ان کی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے، ویسے تو وہ پاکستان میں ایک سیاسی اسلامی رہنما کی حیثیت سے بھی شہرت رکھتے ہیں اور عوام کی ایک بڑی تعداد میں ان کی شناخت کا یہی حوالہ معروف ہے......لیکن اس نا کارہ کے نزدیک ان کی شخصیت کا علمی حوالہ اس سے کہیں بلند ہے۔

"دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک" پاکستان ہی نہیں برصغیر پاک و ہند کا بڑا دینی ادارہ ہے، جہاں سے ہر سال دستار فضیلت حاصل کرنے والے فضلاء کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہوتی ہے......ملک وملت کے کئی ممتاز رہنما اسی ادارے کے فاضل اور تربیت یافتہ ہیں، جہادِ افغانستان کی صف اول کی قیادت یہیں کی خوشہ چین رہی، مولانا محمد نبی، مولانا یونس حقانی، پروفیسر سیاف اور مولانا جلال الدین حقانی، اسی چشمہ فیض سے وابستہ رہے اور "دارالعلوم حقانیہ" ہی کی نسبت سے خود کو حقانی کہتے رہے۔ حال ہی میں عالمی سطح پر شہرت پانے والا ان ہی رجال باصفا کا "حقانی نیٹ ورک" ہے جو طاغوتی قوتوں کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے۔

پاکستان میں اسلامی سیاست کے صفِ اول کے رہنما حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ بھی اسی "دارالعلوم حقانیہ" کے فاضل ہیں، انہوں نے علوم دینیہ کی تقریباً ساری تعلیم یہیں حاصل کی اور نو سال تک یہاں سے طالب علمانہ فیض اٹھاتے رہے۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے جس انداز سے اپنے عظیم والد کے بعد اس ادارے کو بڑھایا، سنوارا اور اس کے فیض کو عام کرنے کے لیے ممتاز محدثین اور اساتذہ کو جمع کر کے وہاں کے منصب درس وتدریس کی رونقوں کو نہ صرف یہ

کہ بحال رکھا بلکہ اسے مزید جلا بخشی، یہ ان کے تدبر، فہم وبصیرت، علمی ذوق، علمی میراث کے تحفظ اور اہل علم کی قدردانی کا ایک نمونہ ہے، انہوں نے اس علمی ادارے کی آبیاری میں سیاسی پکڈنڈیوں کے پیچ وخم اور ذاتی پسند وناپسند سے بالا ہو کر بڑی وسیع النظر فی کا مظاہرہ قائم رکھا، ان کی اسی مدبرانہ پالیسی اور مومنانہ صفات کا نتیجہ ہے کہ دارالعلوم حقانیہ آج بھی طالبان علوم نبوت اور اہل حق کے سیلِ رواں کا پاکستان میں سب سے بڑا مرجع ہے۔

مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا ایک بڑا کارنامہ ماہنامہ ''الحق'' کا اجراء ہے جو گذشتہ چالیس سال سے روشنی بکھیر رہا ہے، ''الحق'' نے ایوانوں اور بیابانوں میں حق کی صدا بلند کی اور عرصے تک ویران راستوں کے اندھیروں میں قندیلِ ایمانی بنا رہا، نہ جانے بھٹکے ہوئے کتنے مسافر اس سے درست سمتوں کی رہنمائی لیتے رہے!!

''الحق'' کا جب بھی ذکر آتا ہے، مجھے فکروخیال، عمر رفتہ کی تلخ وشیریں حقیقتوں سے آزاد کر کے بچپن کی حسین کائنات کی دل کشیوں میں لے جاتا ہے...... دریائے اباسین کے ساتھ گاؤں کی مسجد، جہاں لکڑی کی سیاہ رنگ کی الماری کے اوپر ''الحق'' کی جلدیں پڑی رہتیں، انہیں اٹھاتا، عمر ابھی گیارہ بارہ برس ہی ہوگی، ان میں مولانا سمیع الحق صاحب کے ولولہ انگیز اداریے پڑھتا، ان کے قلم کی روانی وسلاست اور مدوجزر کی حلاوت آج تک محسوس ہو رہی ہے، اس مسجد کے بورزہ پر بیٹھ کر خان بابا غازی کابلی کے مضامین پڑھے، مولانا شمس الحق افغانیؒ کی تحریریں دیکھیں، مضطر عباسی، مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کی تحقیقات نظر سے گذریں، مولانا عبدالحق صاحبؒ کے مواعظ ونصائح کا مطالعہ کیا اور مدینہ منورہ میں مقیم اپنے خاندان کے بزرگ مولانا عبدالغفور عباسیؒ کی اصلاحی مجالس اور ملفوظات سے مستفید ہوا، جنہیں مولانا سمیع الحق صاحب نے وہاں رہ کر قلم بند کیا، آزادی ہند کے رہنما حضرت مولانا عزیز گل صاحبؒ، نابغۂ روزگار محدث مولانا نصیر الدین غورغشتوی اور سلسلہ قادریہ کے مشہور بزرگ ومحدث مارتونگ بابا سے تعارف ہوا...... یہیں پر استاذ محترم مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی وہ نظم پڑھی جو انہوں نے چاندنی رات میں دریائے کابل کی سیر کرتے ہوئے کشتی میں مولانا سمیع الحق صاحب اور دیگر احباب کو سنائی تھی، جس کا سرنامہ ہے

تو حسن کا پیکر ہے تو رعنائی کی تصویر ۔۔۔ مخمور بہاروں کے حسین خوابوں کی تعبیر
درخشاں ہے تیرے ماتھے پہ آزادی کی تصویر ۔۔۔ اے وادیٔ کشمیر، اے وادیٔ کشمیر

''الحق'' نے علمائے سرحد کی سوانح وحیات اور ان کے علمی کارناموں کے تعارف میں بھی مرکزی کردار ادا کیا اور علم وہنر کے گم نام گنج ہائے گراں مایہ ''الحق'' ہی کے ذریعے متعارف ہوئے، ''الحق'' کے معیار کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ ایک زمانہ میں اردو کے نامور ادیب اس پر بحث کر رہے تھے کہ اردو رسائل وجرائد میں سب سے عمدہ نثر کس رسالے کی ہے، اس مجلس میں پروفیسر حسن عسکری بھی تھے، سب نے متفقہ فیصلہ کیا کہ اکوڑہ خٹک کا ''الحق'' سب سے بہترین نثر کا حامل رسالہ ہے۔ اردو کے نامور محقق اور بے نظیر ادیب مشفق خواجہ مرحوم کی مجلسوں میں یہ ناکارہ جاتا رہا، ''الحق'' کا ذکر بڑی عقیدت واحترام

کیساتھ کرتے اور اسکے معیار اور خدمات کو سراہتے۔ "الحق" آج بھی برادرم مولانا راشد الحق صاحب کے زیر ادارت برابر شائع ہو رہا ہے۔

پختون وادی سے نکلنے والے اس مجلہ نے اہل زبان و ادب میں اپنے معیار کی بنا پر جس طرح حیران کن پذیرائی حاصل کی، اسی طرح مولانا سمیع الحق صاحب کا حیران کن کارنامہ مشاہیر کے خطوط و مکاتیب کا زیر نظر مجموعہ ہے، جو سات ضخیم جلدوں میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔ اس ناکارہ کے نزدیک یہ اردو ادب کی تاریخ مکاتیب و خطوط کا خاتمہ اور مولانا سمیع الحق صاحب کے علم اور اہل علم کی قدر دانی کی حیران کن لازوال مثال ہے کہ انہوں نے معروف اور غیر معروف تمام حضرات کے خطوط اپنے پاس محفوظ رکھے، یہاں تک کہ اگر کسی نے ان کو کسی تقریب کی دعوت دی ہے یا کسی تہوار اور خوشی پر مبارک باد دی ہے اسے بھی انہوں نے محفوظ رکھا۔

بطور لطیفہ عرض کئے دیتا ہوں، کچھ عرصہ قبل اردو بولنے والے چند علماء میرے پاس آئے، قوموں اور علاقوں کے مزاج کا ذکر چلا تو از راہ تفنن کہنے لگے: "پختون علماء میں نظم و ضبط نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی ......" میں نے عرض کیا: " آپ کے پاس اکابر کے اعتبار سے بے مثال نظم و ضبط کے حوالے سے ایک ہی معتبر حوالہ ہے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا اور وہ قندھاری پٹھان ہیں" ...... یہ انکشاف ان کے لیے حیران کن رہا۔ مولانا سمیع الحق کا مرتب کردہ یہ مجموعہ بھی اسی طرح کا حیران کن کارنامہ ہے۔ مولانا نے صرف چند خطوط جمع نہیں کیے بل کہ ان پر مفید عنوانات، حواشی میں ان کا پس منظر، شخصیات کا مختصر اور جامع تعارف، سیاسی اور غیر سیاسی اہم واقعات کی تفصیلات لکھ کر اسے ایک تاریخی دستاویز بنا دیا ہے جو ہماری گذشتہ پون صدی کی علمی، تہذیبی، سیاسی، ملی اور جہادی تاریخ کا درخشاں باب اور مولانا کے کمال ذوق کا فن پارہ ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحب کے اسی بلند علمی پہلو کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس مجموعہ کی تقریب رونمائی میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے فرمایا:

"مولانا سمیع الحق، ہر معاملہ میں میرے پیش رو بھی ہیں، وہ ہر معاملہ میں مجھ پر سبقت لئے ہوئے ہیں، انہوں نے "الحق" جاری کیا، ان کے بعد "البلاغ" جاری کیا گیا اور ان ہی کی اقتدا کی، یہ میرے پیش رو بھی ہیں، محسن بھی بلکہ میرے رہبر اور رہنما بھی...... میرے علم اور میرے ناقص مطالعہ کے اندر کسی زبان میں، مثلاً: فارسی، اردو، عربی، انگریزی اور جتنی زبانیں میں جانتا ہوں اس میں کوئی ایسی کتاب مجھے یاد نہیں آرہی جس میں اتنی بڑی تعداد کے علماء، دانشور، اولیاء، صوفیاء، اہل قلم اور سیاست دانوں بلکہ مختلف الجہت لوگوں کے مکاتیب کو جمع کیا گیا ہو، میری دانست میں میرے علم کی حد تک کوئی ایسی کتاب اس سے قبل نہیں آئی" ......

مولانا سمیع الحق صاحب نے پہلی، چھٹی اور ساتویں جلد کے لیے جو پیش لفظ لکھا ہے، وہ بھی سدا بہار ہے، اسے پڑھ کر مولانا کے قلم کی پُرانی یادیں تازہ ہو گئیں، ایک اقتباس آپ بھی پڑھیں:

"محکوم قوموں کو آزادی اوران کی بگڑی تقدیروں کو ایسے ہی مردانِ درویش اور خلعتِ افغانیت سے نوازے گئے شاہین صفت، گلیم پوش نوجوان ہی سنوارا کرتے ہیں جو سلطاں کی درگاہ کی چوکھٹ اور بادشاہوں کی دہلیز سے کنارہ کش اور باغی رہتے ہیں۔ فتح و کامیابی کے چاند ستاروں پر کمندیں ہمیشہ فاقہ مست اور ٹوٹی ہوئی جوتیوں والے ہی ڈالا کرتے ہیں، جن کی نگاہ بلند اور عقابی روحیں اسباب وسپاہ کی زیادتی پر نہیں بلکہ وہ اپنی جرأت مومنانہ اور خون کے نذرانوں سے فضائے بدر کا سماں پیدا کرتے ہیں۔ بہر حال مرد میدانی، بندہ دہقانی اور مجاہد کوہستانی افغانیوں نے برطانوی سامراج، روسی طاغوت اور اکیسویں صدی میں عالم کفر کے سب سے بڑے امریکی بت "لات" اس کے نیو ورلڈ آرڈر اور نیٹو کے "سومنات" سمیت دنیا بھر کے چھوٹے بڑے بتوں کے نظاموں کو توڑ کر اور نئی صلیبی جنگ میں انہیں شکست و ریخت کے بعد ایک بار پھر ثابت کرادیا ہے کہ وہی عہد جدید کے محمود غزنویؒ فاتح سکندر و ذوالقرنینؒ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ شہاب الدین غوریؒ سلطان محمد فاتحؒ احمد شاہ ابدالیؒ جمال الدین افغانیؒ علامہ اقبالؒ کے تصوراتی "محراب گل" افغان کے حقیقی کردار اور ملا محمد عمر حفظہ اللہ تعالیٰ کے جانشیں اسلام و ہلال کی آبرو اور فاتح زمانہ ثابت ہوئے ہیں۔

افغان باقی کوہسار باقی الحُکم للہ! المُلک للہ!

والسلام: (مولانا) ابن الحسن عباسی

۶۔ اکتوبر ۲۰۱۱ء باسمہ تعالیٰ

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خیریت عدام مطلوب! آداب و تسلیمات کے بعد رب ذوالجلال کے بارگاہ کریمانہ میں عاجزانہ درخواست ہے کہ آپ حضرات کے جملہ مساعی جمیلہ اور خدمات دینیہ عنداللہ مقبول ہو کر ہدایت عامہ کا سبب بنیں اور آنمحترم اور مشائخ کرام کیلئے تا قیامت باقیات الصالحات اور صدقات جاریات ہوں۔ آمین۔

مکرمی! چند روز پہلے راقم نے روزنامہ اسلام میں آپ حضرات کا آل پارٹیز کانفرنس سے کیا ہوا خطاب پڑھا۔ آپ کے خطاب سے جذبات و احساسات میں ایک ہلچل مچ گئی اور سینے میں ایک چنگاری بھڑک اٹھی۔ اور جذبات میں وہ تلاطم پیدا ہوا کہ معلوم نہیں اسے کس طرح زیب قرطاس کروں؟ سچ ہے کہ: آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں

آپ کی جرأت و بیباکی ہر ہر سطر سے ٹپک رہی تھی۔ یقیناً آپکا یہ انداز شاہانہ و بے باکانہ تمام مذہبی جماعتوں کیلئے قابل تقلید ہے۔ آپ بلا مبالغہ افضل جہاد لڑ رہے ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ایک ارشاد ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ: "افضل جہاد ظالم و جابر حکمران کے آگے کلمہ حق کہنا ہے"۔ آپ کے خطاب کے متعلق دل میں بہت کچھ ہے مگر کیا کروں؟

اُن کو کاغذ پر اتارنے کے فن سے نا آشنا ہوں۔ المختصر! میں آپکو، آپ کی بصیرت سیاست پر اور مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرنے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں اور دعا دیتا ہوں:

تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

دوسرا موضوع میرے مکتوب کا نو شائع شدہ کتاب ''مشاہیر'' ہے۔ مشاہیر کی اشاعت کیلئے راقم ایک مدت سے بے قرار تھا، سراپا انتظار تھا مگر جب ہاتھ آگئی تو گویا عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا۔ ہائے کیا کیا رنگینیاں اپنے اندر سمائے ہوئے ہیں۔ ایک ایک سطر سے گویا گلہائے رنگا رنگ جھڑ رہے ہیں۔ اکابرین کے نادر و نایاب مکاتیب پڑھ کر ایمان کی آبیاری ہوتی ہے۔ خصوصاً پہلی جلد کے تو کیا کہنے ''خطوط غالب'' کو مات دے گیا۔ ہر خط کے نیچے آپ نے دو تین سطروں میں جامع، معنی خیز اور لطیف حواشی دیئے ہیں۔ ان سے کتاب کی اہمیت میں کئی گونہ اضافہ ہو گیا ہے۔ بہر حال اس عظیم علمی و ادبی کارنامے پر ڈھیروں مبارکباد قبول فرمائیں۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ جیسا کہ آپکو علم ہے کہ راقم کوچۂ علم و ادب کا ایک دیوانہ ہے۔ بس مطالعۂ ادبی کتب اور تحریر و تقریر ہی راقم کا سب کچھ ہے۔ کتابوں میں ''اقبالیات ندویات اور آزادیات'' ہی راقم کے پسندیدہ موضوعات ہے۔ مختلف شعراء کے کلیات بھی ذوق سے مطالعہ کرتا ہوں۔ اسکے ساتھ ساتھ مختلف رسائل میں وقتاً فوقتاً مضامین بھی لکھتا رہا ہوں اور پیسے جمع کر کر کے مختلف علمی و ادبی کتابیں خرید کر اپنے لائبریری میں سجاتا ہوں جو کہ مجھے اپنے جان سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ بہر حال راقم کی یہ خواہش ہے کہ آپ حضرات راقم کے مطالعے کیلئے چند ایسے کتب تجویز فرمائیں جن کے مطالعہ سے راقم کی کردار سازی ہو اور صلاحیتوں میں نکھار پیدا ہو تاکہ ان کو جلد از جلد حاصل کر کے استفادہ کروں امید ہے محروم نہیں فرمائیں گے۔۔۔ آخر میں جملہ اہل خانہ خصوصاً والد محترم کی طرف سے دعا و سلام عرض ہے۔ مولانا راشد الحق صاحب کی خدمت میں راقم کا محبتوں بھرا سلام پہنچا دیں۔

والسلام: آپکا بیٹا: محمد اسعد مدنی بن حضرت مولانا قاری محمد عمر علی مدنی مدظلہ

مہتمم جامعہ تحسین القرآن، حکیم آباد، نوشہرہ

اب قارئین ماہنامہ ''الحق'' فیس بک پر بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں

facebook\Alhaq Akora Khattak

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

"مشاہیر" مکتوبات کی تقریب رونمائی کا لاہور میں انعقاد کا فیصلہ: الحمدللہ "مشاہیر" مکتوبات بتوفیق ایزدی دن بدن شرف قبولیت سے نوازے جارہے ہیں اور علمی وادبی حلقوں میں اس کی پذیرائی خوب ہورہی ہے۔اس کی ایک ابتدائی تقریب رونمائی حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی صدارت میں دارالعلوم کے ایوان شریعت میں ہوچکی ہے لیکن ملک کے اکثر و بیشتر علمی حلقوں کی یہ خواہش تھی کہ لاہور میں بھی اس کی ایک بڑی تقریب رونمائی ہونی چاہیے۔چنانچہ ۲۳ راپریل ۲۰۱۲ء بروز پیر الحمراء ہال لاہور میں اس کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا ہے۔تمام اہل علم اور باذوق ساتھیوں کو اس میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔

مغربی دانشوراور صحافیوں کی دارالعلوم آمد: ۴رمارچ ۲۰۱۲ کو تیونس کی صحافیہ نادیہ بلبعتری نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ان کی رہائش گاہ پر اُن سے ملکی وبین الاقوامی صورتحال پر ریڈیو فرانس کے لئے تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔کینیڈا کے ریسرچ سکالر نومسلم عبداللہ بھی دارالعلوم تشریف لائے اور چند دن دارالعلوم میں قیام کیا۔اسی طرح جاپان کے معروف صحافی بھی انٹرویو کیلئے دارالعلوم تشریف لائے اورانہوں نے مولانا مدظلہ سے تفصیلی انٹرویو اپنے اخبار کے لئے ریکارڈ کیا۔پاکستان کے معروف ٹی وی "جیو" چینل کے نمائندے معروف کالم نگار جناب سلیم صافی اپنے حالات حاضرہ کے پروگرام "جرگہ" کے سلسلے میں انٹرویو کیلئے دارالعلوم تشریف لائے اورانہوں نے حضرت مولانا مدظلہ سے انٹرویو ریکارڈ کیا اور دارالعلوم حقانیہ کا تفصیلی تعارف اور خطے میں اس ادارے کے اثرات کے بارے میں اپنے پروگرام میں تفصیل سے خصوصی کوریج دی۔

عالمی ادارہ برائے صحت WHO کے سربراہ کی دارالعلوم آمد: عالمی ادارہ برائے صحت WHO کے ریجنل ڈائریکٹر برائے براعظم ایشیاء جناب امیر عبدالرزاق الجزائری' سابق وزیر صحت الجزائر نے اپنے وفد سمیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کے لئے دارالعلوم تشریف لائے۔وفد میں ان کے ساتھ عراق کے ڈاکٹر نما سعید عابد اور جینوا کے ڈائریکٹر نوید سدوزئی' ای ڈی او نوشہرہ ڈاکٹر ارشد خان' ڈاکٹر سرفراز آفریدی' یوسف کے قدرت اللہ شنواری' معین احمد اور محمد اسرار ابن مدنی سمیت دیگر کئی ڈاکٹرز شامل تھے۔انہوں نے مولانا مدظلہ سے پاکستان سے پولیو مرض کے خاتمے کے لئے تعاون طلب کیا۔مولانا مدظلہ نے انہیں اپنے تعاون کا یقین دلایا۔

مولانا فضل الرحمٰن خلیل کی دارالعلوم آمد: امیر انصار الامۃ کے حضرت مولانا فضل الرحمٰن خلیل گزشتہ دنوں اپنے ساتھیوں سمیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے اور دفاع پاکستان کونسل

اور دیگر سیاسی امور پر حضرت مولانا مدظلہ سے سیر حاصل گفتگو فرمائی۔

ایم کیو ایم حقیقی، تحریک انصاف اور مسلم لیگ ہم خیال کے رہنماؤں کی دارالعلوم آمد

متحدہ قومی موومنٹ کے رہنما جناب آفاق احمد نے ۱۶ رمارچ بروز جمعہ کو دارالعلوم تشریف لائے۔ جناب آفاق احمد صاحب طویل عرصہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد مولانا مدظلہ سے خصوصی طور پر کراچی سے تشریف لائے تھے، اسی طرح اس سے قبل تحریک انصاف صوبہ خیبر پختونخوا کا 25 رکنی وفد بھی دارالعلوم حقانیہ مولانا مدظلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لایا تھا۔ وفد کی قیادت جناب اسد قیصر صاحب نے فرمائی۔ یہ وفد خصوصی طور پر نئی سیاسی صف بندی اور دفاع پاکستان کونسل کی کامیاب تحریک پر مبارکباد دینے کے لئے جناب عمران خان صاحب نے بھیجا تھا۔ یاد رہے کہ اس سے قبل جناب عمران خان صاحب اپنے تمام پارٹی عہدہ داروں کے ہمراہ کچھ عرصہ قبل دارالعلوم تشریف لائے تھے اور مولانا مدظلہ سے مختلف امور پر تعاون مانگا تھا۔ اسی طرح پاکستان کے معروف سیاسی رہنما اور مسلم لیگ ہم خیال کے جناب سینٹر سلیم سیف اللہ صاحب بھی دارالعلوم مولانا مدظلہ سے ملنے کے لئے ۶ اپریل ۲۰۱۲ء کو تشریف لائے۔

حضرت مولانا قاری عمر علی صاحب کے بھائی کی وفات:

دارالعلوم حقانیہ کے سابق شعبہ حفظ کے انچارج و مدرس حضرت مولانا قاری محمد عمر علی مدظلہ، مہتمم دارالعلوم تحسین القرآن کے بڑے بھائی حضرت مولانا فرید احمد گزشتہ دنوں پشاور میں انتقال فرما گئے۔ مرحوم انتہائی اعلیٰ صفات کی حامل شخصیت تھی، عمر بھر قرآن اور درس و تدریس کی خدمت میں مصروف رہے۔ آپ اپنے علاقے کی ایک معروف علمی و روحانی شخصیت تھے۔ ادارہ ان کی وفات پر حضرت قاری صاحب اور ان کے تمام خاندان کے ساتھ دلی تعزیت کرتا ہے۔ ان کی نماز جنازہ میں صوبہ بھر سے علماء و مشائخ اور خصوصاً دارالعلوم حقانیہ کے تمام اساتذہ و نائب مہتمم حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب وغیرہ نے شرکت فرمائی۔ اسی طرح دارالعلوم کے مخلص اور ہمدرد کارکن جناب احمد ضیاء صاحب کے والد صاحب بھی گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے تھے، ادارہ ان تمام حضرات کے پسماندگان کے غم میں بھی برابر کا شریک ہے۔

دارالعلوم کے مخلص الحاج ظرافت سیر صاحب کو صدمہ:

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے رکن شوریٰ و حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے دیرینہ مہربان جلوزئی کے الحاج ظرافت سیر صاحب کی اہلیہ محترمہ یکم اپریل بروز اتوار عارضہ قلب کی وجہ سے انتقال کر گئیں۔ مرحومہ انتہائی پاکباز اور نیک سیرت خاتون تھی، ان کے لئے رشتہ داروں کے بقول دل کا دورہ پڑنے کے باوجود بار بار پوچھتی رہی کہ اب میں وضو کس طرح کروں گی۔ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ و جملہ اساتذہ و طلباء نے مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن کا اہتمام کر کے مغفرت کی دعائیں کیں حضرت مولانا انوار الحق صاحب نائب مہتمم جامعہ حقانیہ نے ایک وفد کی معیت میں حیات آباد جا کر ان کا نماز جنازہ پڑھایا۔ ادارہ اور جملہ رشتہ داروں کے ساتھ شریک تعزیت میں اور دعا گو ہیں کہ رب ذوالجلال مرحومہ کو جنت کے مدارج عالیہ نصیب فرمادیں۔

ادارہ

تعارف وتبصرہ کتب

کتاب: تذکرہ وسوانح اورآثار وافکار محمد منصور الزمان صدیقی مرتب: مولانا عبدالقیوم حقانی

ضخامت: ۳۶۸ صفحات قیمت ۳۵۰ روپے ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد نوشہرہ

پیش نظر کتاب تذکرہ وسوانح اورآثار وافکار محمد منصور الزمان صدیقی ایک گمنام لیکن نیک نام شخص کی کہانی ہے‘ جس نے کبھی شہرت کی آرزو نہیں کی لیکن زندگی ہی میں وہ ایک پراسرار لوک کہانی بن گیا‘ لوگ حیران رہ جاتے ہیں کہ اتنے اداروں اور اتنے آدمیوں کا بوجھ اٹھانے کے باوجود وہ اتنا سبک اور شاداں کیسے ہے‘ ہمیشہ اس قدر نیک نام اور ہمیشہ اتنا گوشہ نشین کیوں کر اس کتاب اور کتاب کے جیتے جاگتے کردار کی زندگی کی چند جھلکیاں دکھائی جاسکتی ہیں لیکن شاید الحق کے صفحات اسکے متحمل نہیں۔ یہ کتاب ورق ورق پڑھنے اور غور کرنے کی ہے‘ یہ کتاب ادیبوں‘ شاعروں‘ سیاسی کارکنوں اور بزعم خویش دانشوروں کیلئے نہیں فروغ نفس کے آرزومند ریاکاروں کیلئے بھی ہرگز نہیں یہ ان نوجوانوں کیلئے ہے جو ستاروں پہ کمند ڈالنے کا عزم رکھتے ہیں۔ یہ کتاب ان لوگوں کیلئے بھی مشعل راہ ہے جو زندگی کے بیکراں سٹیج پر حصول منزل کی تلاش میں سرگرداں ہیں ___ اس کتاب کے مطالعے سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ اک اکیلا اور تن تنہا شخص جو تھکا ہارا آبلہ پا ہو کر جب جدوجہد کو اپنی زندگی کا عنوان بنالیتا ہے‘ تب اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں وہ اپنا جام لبریز کرتا ہے تو زمین وآسمان اسے حیرت اور مرعوبیت سے دیکھتے ہیں۔ اللہ کی مخلوق کی خدمت اور ذوق عبادت میں انہماک کی وجہ سے جب بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے تو غیب سے ایک صدا آتی ہے اور اسی صدا کے اثرات کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اہل زمین اس عظیم الشان سے محبت کرنے لگتے ہیں یہ کتاب ایک ایسے ہی خدارسیدہ شخص جسے اہل دنیا منصور الزمان کے نام سے پکارتے اور یاد کرتے ہیں کی داستان عمل ہے۔ صدیقی صاحب اپنے کام اور محنت کی وجہ سے عوام الناس کیلئے ایک قابل تقلید مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کتاب کی پیشانی پر مولانا عبدالقیوم حقانی کا نام ہی کتاب کی افادیت‘ اہمیت‘ محبوبیت اور مقبولیت کی ضمانت ہے۔ مولانا حقانی فضلاء جامعہ حقانیہ میں گل سرسبد اور قابل فخر سپوت ہیں۔ حقانی صاحب کی تصنیفی‘ تالیفی‘ تدریسی اور دعوتی خدمات میں جامعہ حقانیہ کے بانی وموسس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور مہتمم مولانا سمیع الحق کی تربیت کا اساسی دخل ہے۔ ع شامل جمال گل میں ہمارا لہو بھی ہے

حقانی صاحب ہمارے شکریے اور داد کے مستحق ہیں کہ نت نئی تصنیفات وتالیفات سے ہمارے ذوق مطالعہ کی تسکین کر کے مشام جان کو معطر کر دیتے ہیں‘ بالخصوص سوانحات کی ترتیب جدید تو ان کی پہچان اور ان کا امتیازی نشان

بن چکا ہے' تذکرہ وسوانح کی کتابیں عام مطالعے کیلئے بھی سب سے زیادہ دلچسپ اور آسان ہوتی ہیں۔ پیش نظر کتاب بھی تذکرہ وسوانح کی ایک کڑی ہے' اس کا موضوع بھی ایک انسان جناب منصور الزمان صدیقی صاحب ہیں جن کے صدیقی ٹرسٹ کی اشاعتی' رفاہی اور دینی خدمات کی تفصیلات اس کتاب میں موجود ہیں۔ صدیقی صاحب کی یہ کتابی تصویر مولانا حقانی نے گویا اپنے خون جگر سے بنائی ہے' امید ہے قارئین اس کتابی تصویر کو دیکھ کر اپنی سیرت کے سراپے اور خدوخال کی تزئین کی طرف توجہ دیں گے۔

پیش نظر کتاب پڑھنے کے لائق اور عمل کرنے کیلئے ایک ٹھوس بنیاد ہے۔

کتاب: فرحۃ النصیر اردو شرح نحو میر مرتب: مولانا مفتی سردار ولی صاحب

ناشر: راشد کتب خانہ تاج میر خان روڈ چمن ضخامت: ۱۶۶ صفحات

قال عمر : تعلموا النحو كما تتعلمون السنن والفرائض

علوم شرعیہ کو بخوبی سمجھنے کے لئے علم النحو میں مہارت حاصل کرنا ریڑھ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے ایک شاعر علوم آلیہ میں سے علم النحو کا مقام اپنی زبانی یوں بیان کرتا ہے۔

ان رمت ادراک العلوم بسرعة فعليک بالنحو القويم ومنطق

هذا لميزان العقول و مرجع والنحو اصلاح اللسان بمنطق

تو اسی بات کو سامنے رکھ کر دین متین کی خدمت کرتے ہوئے علمائے محققین اس فن میں کافی تعداد میں چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف کر گئے ہیں' جن میں سے علامہ سید شریف جرجانیؒ کی نحو میر کو جو وقعت وعظمت حاصل ہے' وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

لیکن فارسی زبان ہونے کی وجہ سے مبتدئین طلباء کے لئے اس سے اخذ کرنا ذرا مشکل تھا' تو علمائے پاک و ہند نے طلبہ کرام پر احسان کرتے ہوئے نحو میر کی اردو شروحات لکھ کر علم النحو کے سفر کو آسان سے آسان تر کرنے کی سعی جمیل کی ہے' اور بحمد للہ یہ سلسلہ تا ہنوز جاری وساری ہے' تو اس سلسلۃ الذہب میں ایک کڑی کے طور پر برادرم مولانا مفتی سردار ولی صاحب نے آج کل کے اعتبار سے عام فہم سلیس اردو میں نحو میر کی شرح فرحۃ الضمیر لکھ ڈالی جو کہ کافی خصوصیات کی حامل ہے' چند حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ہر مضمون سے پہلے اجمالاً جداول (نقشہ جات) ۲۔ فارسی اور عربی عبارات پر اعراب

۳۔ سلیس ترجمہ۔ ۴۔ حل کتاب کے لئے مفید تشریح ۵۔ جگہ جگہ نحوی فوائد

۶۔ جمل عربیہ کی تراکیب ۷۔ تشحیذ اذھان کیلئے تمرینی سوالات ۸۔ اصطلاحات کو ضبط کرنے کیلئے اشعار

زندگی کے سارے سُکھ، صحت اور تن دُرستی سے ہیں

ایلوویرا اور
منتخب نباتات کا
صحت افزا مرکّب

تن سُکھ سے تن دُرست

تن سُکھ جسم و جاں کو تقویت پہنچاتا ہے، نظامِ ہضم اور افعالِ جگر کی اصلاح کرتا ہے۔

ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

Adarts -HTS-12/97(B)

(پرشکوہ مجوزہ ماڈل) عظیم الشان تعمیری منصوبہ
جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ
جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

1 لاکھ فٹ کورڈ ایریا۔ 3 منزلہ مسجد ۔ کشادہ ہال۔ گیلریاں
وسیع صحن ۔ تین اطراف سے برآمدے ۔ بیسمنٹ میں دارالحفظ والتجوید کا قیام۔

الگ سیکشن برائے نماز خواتین

تخمینہ لاگت 20 تا 25 کروڑ

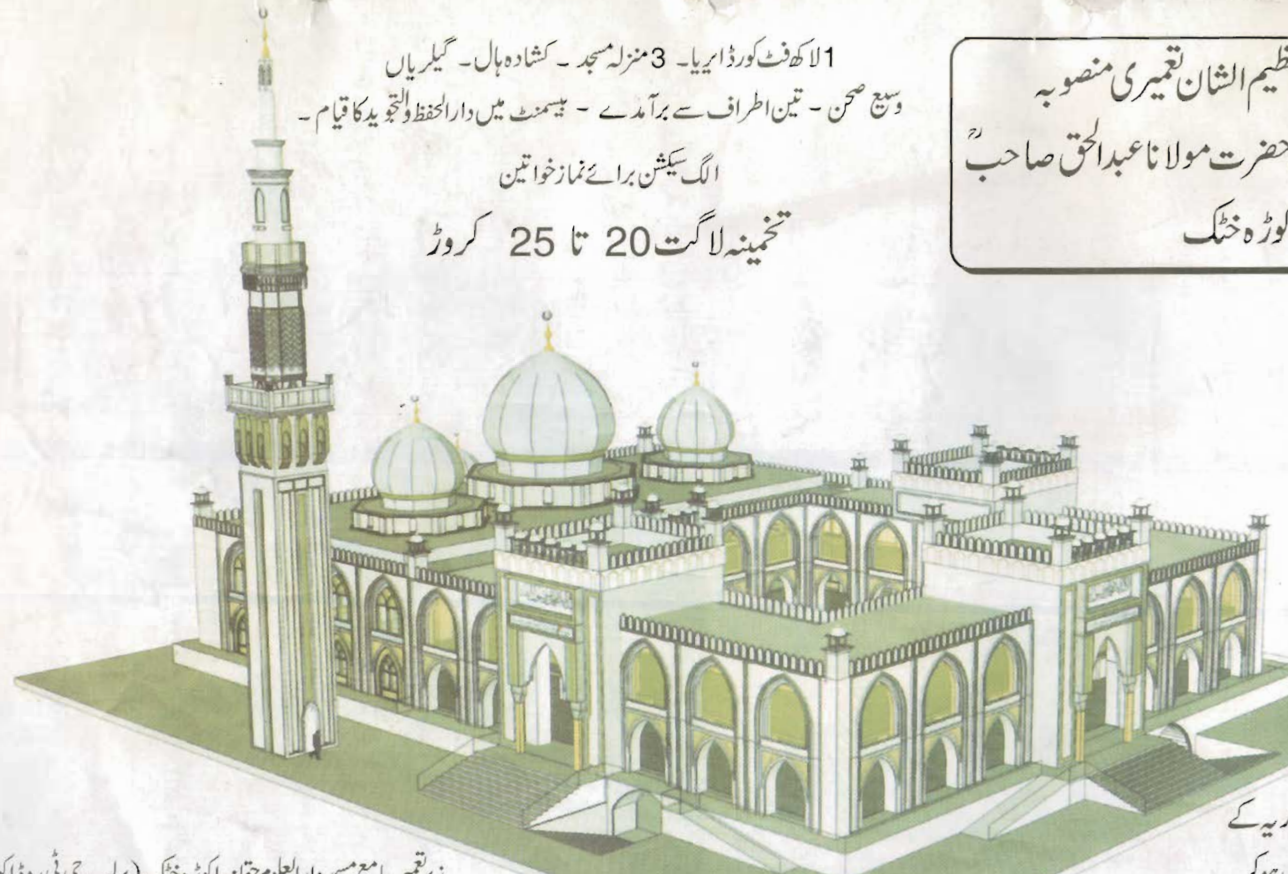

آئیں ہم سب مل کر صدقہ جاریہ کے
اس عظیم الشان عمل میں شامل ہو کر
آخرت کی لازوال نعمتیں حاصل کر کے
جنت میں اپنا گھر ابھی سے بنوائیں۔

زیر تعمیر جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (برلب جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک)
منجانب: تعمیری کمیٹی جامع مسجد حقانیہ
جامعہ: دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک